تالیف

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم

خلیفۂ مُجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

موبائل: 0333-2226051

فہرست

مُقَدِّمَۃ

الحمد لله الذی جعل الارض فراشا للبشر وامر المخلوق النوریّ ای الملائکة ورئیس الناریّ ای ابلیس ان یسجد واللترابی ای البشر وختم علی افواه اعداء البشر بامره للنبی ﷺ بقوله قل انما انا بشر مثلکم وبقوله قل لا اقول لکم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب وبقوله قل اللّٰهم مالک الملک تؤتی الملک من تشآء وتنزع الملک ممن تشآء وتعزمن تشآء وتذل من تشآء بیدک الخیر انک علی کل شئ قدیرو بقوله قل انما ادعوا ربی ولا اشرک به احدا قل انی لا املک لکم ضراولا رشد اوافضل الصلٰوت والتسلیمات علی من قلع دابرالشرک والکفرو البدعة وهدی الناس الی الملة البیضآء القیمة محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم افضل البشر وسیده وخاتم الانبیاء وعلیٰ آله واصحابه اجمعین،اما بعد

ناظرین کرام! اس بات کا اعتراف ہر ایک کو ناگزیر ہے کہ اس دورِ پرفتن میں سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کے اساسی اور بنیادی عقائد کا دفاع کیا جائے اور شرک وکفر کے دلدل میں گرنے سے ممکن حد تک بچاؤ کی کوشش کی جائے، سادہ لوح مسلمانوں کو کمندِ نفس میں جکڑے ہوئے نام نہاد گدی نشینوں، پیروں اور مولویوں کے شکنجہ سے آزادی دلا کر قرآن وسنت کا شیدائی بنانے کی ہر ممکن سعی کی جائے۔

اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے علماء حق نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق بڑی بڑی ضخیم کتابیں تحریر فرمائیں، عقائد کے تمام مسائل پر سیر حاصل بحث کی، اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول

فرمائیں اوران کو جزاءِ خیر عطاء فرمائیں۔

چونکہ ان حضرات کی کتابوں سے قلیل الفرصت حضرات کے لئے نفع حاصل کرنا دشوار تھا، دنیا کے مشاغل سے اتنی موٹی کتاب کے مطالعہ کی فرصت کہاں، اس وجہ سے یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ان کتابوں کا نچوڑ بطورِ خلاصہ عام فہم انداز میں پیش کیا جائے، تا کہ ہر ایک کے لئے اس سے مستفید ہونا سہل و آسان ہو جائے۔

بندہ نے سر دست رسالہ ''پانچ مسائل'' کو بتوفیق ایزدی ترتیب دیا ہے جس میں نور و بشر، علم غیب، حاضر ناظر، مختارِ کل اور غیر اللہ سے استعانت پانچوں مسائل ہیں اور ہر مسئلہ کو دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے۔

نیز بعض مسائل کی ابتداء میں کچھ تمہیدی گفتگو اور آخر میں کچھ اشکالات اور دلائل کے اختتام پر فوائد کے نام سے کچھ ایضاحات کے ذریعہ اہل خرد و عقل کو دعوتِ فکر دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ قارئین کرام کو ٹھنڈے دل سے ان پر سوچنے اور فکر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اس سعی ناتمام کو قبول فرما کر بھٹکے ہوئے انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیں۔ آمین ثم آمین

(حضرت مولانا مفتی) **احمد ممتاز** عفی عنہ

تمہیدی گفتگو

اللہ تعالیٰ خالق ہے اور پوری کائنات مخلوق، اور مخلوق کی دو قسمیں ہیں :

(۱) ذوی العقول (عقل والی مخلوق) (۲) غیر ذوی العقول (بے عقل مخلوق)

پھر ذوی العقول کی تین تین قسمیں ہیں :

(۱) نوری مخلوق (۲) ناری مخلوق (۳) خاکی مخلوق

نوری مخلوق ملائکہ ہیں جو خالص نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔

ناری مخلوق جنات ہیں جو خالص آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔

خاکی مخلوق انسان اور بشر ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

ذوی العقول کی اقسام ثلاثہ کی دلیل :

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها عن رسول الله ﷺ قال خلقت الملائكة من نورو خلق الجان من مارج من نار وخلق اٰدم مما وصف لكم. رواه مسلم. (مشكوة صـ ٥٠٦، ط: قديمی)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، اور جن آگ کے شعلے سے، اور آدم علیہ السلام (مٹی) سے جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ : اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہو رہا ہے کہ ذوی العقول مخلوق میں سے ایک قسم نوری جس کو فرشتہ کہا جاتا ہے، دوسری ناری جس کو جنات کہا جاتا ہے، تیسری خاکی جو انسان اور بشر ہے۔

ان اقسامِ ثلاثہ میں سے افضل کون ہے؟

رسول اکرم ﷺ کا فیصلہ

عن العباس رضی الله عنه أنه جاء إلى النبی صلى الله عليه وسلم فكأنه سمع شيئًا فقام النبی ﷺ على المنبر فقال : من أنا؟ فقالوا : أنت رسول الله . فقال : أنا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب إن الله خلق الخلق فجعلنی فی خيرهم ثم جعلهم فرقتين فجعلنی فی خيرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خيرهم قبيلة ثم جعلهم بيوتا فجعلنی فی خيرهم بيتا فأنا خيرهم نفسا وخيرهم بيتا .رواه الترمذی. (مشكوة صـ ٥١٣، ط: قديمی)

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے پس گویا کہ انہوں نے (آپ ﷺ کے نسب کے بارے میں کچھ طعن تشنیع کے کلمات) سنے تھے تو آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جواب دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے (اس پر) فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے ان میں سے سب سے بہتر مخلوق (یعنی انسان) میں سے بنایا، پھر اس بہتر مخلوق (یعنی انسان) کی دو جماعتیں (یعنی عرب و عجم) بنا دیں اور مجھے ان میں سے بہتر جماعت (یعنی عرب) میں سے بنا دیا، پھر اس بہتر جماعت (یعنی عرب) کے متعدد قبیلے بنا دیئے اور مجھے سب سے بہتر قبیلہ (یعنی قریش) میں سے بنا دیا، پھر اس بہتر قبیلہ (یعنی قریش) کو مختلف خاندانوں میں تقسیم کیا اور مجھے سب سے بہتر خاندان (بنی ہاشم) میں سے بنا دیا، پس میں ذاتی صفات کے اعتبار سے بھی ان سب سے بہتر ہوں اور خاندان (ونسب) کے اعتبار سے بھی سب سے افضل و بہتر ہوں۔

فائدہ: قارئین کرام! ذرا غور اور ٹھنڈے دل سے اس حدیث کو پڑھیے۔ اس میں کس وضاحت سے آپ ﷺ نے انسان اور بشر کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے گویا اس حدیث سے ایک تو بشر کا تمام مخلوق سے افضل ہونا صراحت سے ثابت ہوا اور دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ انسان اور بشر ہیں، بلکہ بشر کے اعلیٰ وارفع طبقہ میں سے ہیں اور بشر کے اس طبقہ میں ہونے پر آپ ﷺ کو فخر ہے۔

افسوس! جس مقام کو رسول اکرم ﷺ نے فخر اور فضیلت کا مقام سمجھا ہے، آج کے نادان عاشق آپ ﷺ کو اس اعلیٰ وارفع مقامِ بشریت سے گرانے کو فخر سمجھتے ہیں۔

علامہ ابن الملک اور صاحب المصابیح کا فیصلہ

قال ابن الملک ای لایستوی البشر والملک فی الکرامة والقربة بل کرامة البشر اکثر و منزلته اعلیٰ وھذا من جملة ما یستدل به اھل السنة فی تفضیل البشر علی الملک. (وبعد اسطر) قال صاحب المصابیح فی تفسیر قوله تعالیٰ ولقد کرمنا بنی اٰدم الاولیٰ ان یقال عوام المؤمنین افضل من عوام الملائکة

وخواص المؤمنين افضل من خواص الملائكة.(مرقاة شرح مشکوۃ ۱۱/۴۹)

ترجمہ: علامہ ابن الملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بشر اور فرشتے عظمت اور قرب میں برابر نہیں، بلکہ بشر کی عزت فرشتوں سے بہت زیادہ ہے اور بشر کا مقام ان سب سے بہت بلند ہے، اور یہ (روایت جس کے تحت مرقاۃ میں یہ تحریر موجود ہے) ان دلائل میں سے ہے جس سے اہل السنۃ فرشتوں پر بشر کی فضیلت ثابت کرتے ہیں۔

اور صاحب مصابیح نے فرمایا کہ عوام مؤمنین (بشر) عوام ملائکہ سے افضل ہیں اور خواص مؤمنین (بشر) خواص ملائکہ سے افضل ہیں۔

فائدہ: ان عبارتوں سے بھی واضح ہوگیا کہ یہ ہمارا سب کا اجماعی عقیدہ ہے کہ بشر فرشتوں سے افضل اور بلند مقام والے ہیں۔

دلائل بر افضیلتِ بشر

اختصار کے طور پر صرف دو دلیلوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے ورنہ انکے علاوہ اور دلائل بھی ہیں۔

دلیل اول

بشر مسجود ہے اور نوری ساجد، اور مسجود ساجد سے افضل ہوتا ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے : إِذ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٓئِكَةِ إِنِّی خَالِقٌ بَشَرًا مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَسْنُوْنٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَختُ فِيهِ مِن رُوحِی فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ فَسَجَدَ الْمَلَٓئِكَةُ كُلُّهُم أَجمَعُون [الحجر : ۲۸،۲۹،۳۰]

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپ کے رب نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوگی، پیدا کرنے والا ہوں سو میں جب اسکو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا سو سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا۔

فائدہ : نوری نے سجدہ کیا اور ناری مخلوق کے جدِ اکبر نے تکبر کر کے سجدہ نہیں کیا اور بشر کو حقیر سمجھا تو راندۂ درگاہ بن گیا اور حقدارِ لعنت ہوا۔

کاش! آج کے یار لوگ بھی قرآن کریم کی اس فضیلتِ بشر کو دیکھ کر بشر کو عظیم مکرم محترم سمجھتے اور اس کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھتے اور عقیدہ بنا لیتے کہ بشر نوری سے افضل ہے۔

دلیل دوم

بشر کے پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ نے فخر کا اظہار کیا، فرمایا :الرَّحمٰنُ عَلَّمَ القُرآنَ خَلَقَ الإنسَانَ عَلَّمَهُ البَيَانَ .[الرحمن : ۱تا۴]

ترجمہ: رحمٰن نے قرآن سکھایا ہے انسان کو پیدا کیا اسے بیان سکھایا۔

آپ ﷺ کا نسب نامہ

صحیح بخاری میں آپ ﷺ کا درج ذیل اکیس پشتوں تک سب نامہ موجود ہے۔

محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (صحیح بخاری باب مبعث النبی ﷺ ۱/۵۴۳، ط: قدیمی)

اصل مسئلہ نور و بشر

اس تمہید کے بعد اصل مسئلہ کہ آپ ﷺ نور ہیں یا بشر؟ کی طرف آتے ہیں جس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ ذات، نوع اور جنس کے اعتبار سے انسان، آدمی اور بشر ہیں بلکہ افضل البشر ہیں اور ہدایت کے اعتبار سے نور ہیں کہ جس طرح نور سے تاریکیاں ختم ہو جاتی ہیں اسی طرح کفر، شرک اور گمراہی کی ظلمتیں آپ ﷺ کی ہدایت کے نور سے کافور ہو گئیں۔

ذیل میں اس جواب کے دلائل ملاحظہ فرمائیں

قارئین کرام! چونکہ ہم نے اس رسالہ میں اختصار سے مسئلہ پر روشنی ڈالنے کا قصد کیا ہے اس وجہ سے صرف دو دلیلیں قرآن کریم سے پیش کی جائیں گی، اور صرف دو حدیثوں پر اکتفا کیا جائے گا اگرچہ قرآن وحدیث کے دلائل اس مسئلہ پر کثیر مقدار میں ہیں۔

دلیل اول

قُل سُبحَانَ رَبِّی هَل کُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا [بنی اسرائیل : ۹۳]

ترجمہ : کہہ دیجیے کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں۔

فائدہ :اس آیت میں ایک سوال کا جواب ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ امِم سابقہ کی طرح اہل عرب کا بھی خیال یہ تھا کہ جو جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوا سے ضرور ایک دیوتا ہونا چاہئے یعنی اس میں خدائی صفات الوہیت کا ہونا ضروری ہے،ایک انسان کو اللہ تعالیٰ کا رسول ہونا کیا معنی رکھتا ہے، چنانچہ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کے لئے حسب ذیل شرائط پیش کیں۔

وَقَالُوا لَن نُؤمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفجُرَ لَنَا مِنَ الأَرضِ یَنبُوعًا أَو تَکُونَ لَکَ جَنَّةٌ مِن نَخِیلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفجِیرًا أَو تُسقِطَ السَّمَاءَ کَمَا زَعَمتَ عَلَینَا کِسَفًا أَو تَأتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰئِکَةِ قَبِیلًا أَو یَکُونَ لَکَ بَیتٌ مِن زُخرُفٍ أَو تَرقٰی فِی السَّمَاءِ وَلَن نُؤمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَینَا کِتٰباً نَقرَؤُهُ [بنی اسرائل :۹۰ تا ۹۳]

ترجمہ: اورانھوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ نہ جاری کردو یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس میں تم نہریں جاری کردو یا جیسا کہ تمہارا خیال ہے کہ ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو یا خدا اور فرشتوں کو ہمراہ لے آؤ یا تمہارا ایک سونے کا مکان ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور تمہارا آسمان پر چڑھنے کا بھی ہم اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک کہ وہاں سے ایک کتاب نہ لے آؤ جسے ہم خود پڑھ سکیں۔

ان کے ان مطالبات کا اگر چہ پورا کردینا اللہ تعالیٰ کے لئے محال اور ناممکن نہیں تھا لیکن اللہ جل شانہ نے ان کے مطالبات میں سے کوئی ایک مطالبہ پورا کردینے کے بجائے اپنے مقدس رسول ﷺ سے فرمایا کہ ان سے کہہ دو: سُبحَانَ رَبِّی هَل کُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولاً کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں اس جواب سے یہ بتانا مقصود تھا کہ تمہارا یہ نظریہ غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول کوئی دیوتا یا الوہیت (خدائی) کا مالک ہوتا ہے بلکہ رسول تو محض ایک بشر ہوتا ہے جو فرائض نبوت ورسالت کو سرانجام دیتا ہے کوئی دیوتا اور الٰہ نہیں ہوتا جو اپنی خدائی طاقتوں کا مظاہرہ کرتا پھرے۔

پھر اہل عرب کا خیال یہ بھی تھا کہ چلو،خدا کا رسول کوئی دیوتا نہ سہی کم از کم کوئی ایک فرشتہ اور نوری ہی ہو،آخر ایک بشر کو رسول بنانے کی کیا تک؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تصور باطل کی

یوں تردید فرمائی۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤمِنُوا إِذ جَاءَ هُمُ الهُدَى إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا قُل لَو كَانَ فِي الأَرضِ مَلٰئِكَةٌ يَمشُونَ مُطمَئِنِّينَ لَنَزَّلنَا عَلَيهِم مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا .[بنی اسرائیل : ۹۴،۹۳]

ترجمہ : اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آئی تو ان کو ایمان لانے سے باز نہیں رکھا مگر اس خیال نے کہ کیا خدا نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا؟ کہہ دو کہ اگر زمین پر فرشتے ہوتے تو ہم آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر اُتارتے۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ آپ اپنی بشریت کا نہایت واضح الفاظ میں اعلان کر دیں اور ساتھ ہی اپنی رسالت کا بھی اعلان کر دیں تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ بشریت ورسالت کا اجتماع نہ صرف عین ممکن بلکہ ایک حقیقت واقعہ ہے۔

قُل إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثلُكُم يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُم إِلٰهٌ وَاحِدٌ [الكهف: ۱۱۰]

ترجمہ: کہہ دو کہ میں بھی تمہاری ہی طرح کا بشر ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

دلیل دوم

رَبَّنَا وَابعَث فِيهِم رَسُولًا مِنهُم يَتلُو عَلَيهِم آيٰتِكَ. [البقرة: ۱۲۹]

ترجمہ : اے ہمارے پالنے والے بھیج دے ان میں ایک ایسا رسول جو ان میں سے ہو اور جو تیری آیتیں ان پر پڑھے۔

فائدہ : رسول اکرم ﷺ کا ایک ارشاد ہے کہ" میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں"۔(الحدیث)

آیت بالا میں اس دعا کا بیان ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام دونوں تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے اور بیت اللہ کی تعمیر کا کام مکمل ہوا تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی ، یا اللہ! میری اولاد (یعنی بشر) میں ایک ایسا رسول بھیج جو ان (یعنی بشر) میں سے ہوتا کہ ان پر قرآن پڑھے، کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے، یہاں یہ نہیں

فرمایا کہ رسولاً من الملائکة والمخلوق النوری کہ فرشتہ اور نوری کو بھیج دے، بلکہ فرمایا ان میں سے کسی بشر کو رسول بنا کر بھیج۔

اس مضمون کی دیگر آیتیں یہ بھی ہیں مثلاً:

لَقَد مَنَّ اللّٰهُ عَلَى المُؤمِنِينَ إِذ بَعَثَ فِيهِم رَسُولًا مِن أَنفُسِهِم .[آل عمران: ۱۶۴]

ترجمہ : البتہ تحقیق ایمان داروں پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا جبکہ ان میں ان کی جنس سے رسول بھیج دیا۔

فائدہ : یہاں مؤمنین سے بشر اور انسان مراد ہیں۔

هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنهُم [الجمعه : ۲]

ترجمہ :اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے امیوں میں ان کی جنس کا رسول بھیجا۔

فائدہ :یہاں بھی امیوں سے مراد بشر اور انسان ہیں۔

حدیث نمبر ۱ : فقال إنما أنا بشر إذا أمرتکم بشیء من دینکم فخذوا به وإذا أمرتکم بشیء من رأیی فإنما أنا بشر .(مسلم ۲/۲۶۴،ط:قدیمی)

ترجمہ: آپ ﷺ نے تأبیرِ نخل سے اہل مدینہ کو روکا تھا تو اس سال کھجور کی فصل دوسرے سالوں کی بنسبت بہت کم ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ پس رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، اس میں شک نہیں کہ میں بشر ہوں ، جب میں تم کو تمہارے دین کی بات کا حکم کروں تو تم محفوظ کرلیا کرو اور جب تم کو اپنی رائے سے حکم کروں پس جز ایں نیست کہ میں بشر ہوں ۔

فائدہ : خط کشیدہ جملوں کو بار بار غور سے پڑھیے۔ آپ ﷺ کیوں وضاحت سے اعلان فرما رہے ہیں کہ میں بشر ہوں۔ کیا قیامت تک کوئی آپ ﷺ کا اس طرح ایک ارشاد بھی پیش کر سکتا ہے جس میں بشریت کا انکار ہو؟

حدیث نمبر ۲ : عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخصف نعله ویخیط ثوبه ویعمل فی بیته کما یعمل أحدکم فی بیته وقالت : کان بشرا من البشر یفلی ثوبه ویحلب شاته ویخدم نفسه. رواه الترمذی.(مشکوة صـ ۵۲۰،ط:قدیمی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنا جوتا سیا کرتے تھے، اپنا کپڑا سیا کرتے تھے، اور اپنے گھر میں اسی طرح کام کیا کرتے تھے جس طرح تم کام کیا کرتے ہو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ بشر میں سے ایک بشر تھے، بکری خود دوہتے تھے اور اپنے وجود کی خدمت کیا کرتے تھے۔

فائدہ : ہے کوئی بہادر، شیعوں کا بھائی جو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بشریت رسول اکرم ﷺ کی وجہ سے گستاخِ رسول کہہ کر...... سے خارج کر کے وہابیوں کی فہرست میں داخل کرتے ہوئے وہابیہ کہے۔

کیا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ ﷺ سے محبت نہیں تھی؟ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کی محبت کم تھی لہٰذا گستاخی کر گئیں اور ہماری محبت زیادہ ہے لہٰذا ہم بشر کہہ کر گستاخی نہیں کرتے؟

ام المؤمنین نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا کہ آپ ﷺ کو بشر کہنا آپ ﷺ کی تعظیم ہے اور بشریت کو حقارت کی نظر سے دیکھنا توہین ہے۔

راہِ حق کے طالب کے لئے ام المؤمنین کا یہی ایک ارشاد کافی ہے اگر غور کر کے عقل سے کام لیں اور ضدی ہٹ دھرم کے لئے ہزار دلائل بھی بے سود ہیں۔

اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

عَن عَبدِ اللَّهِ بنِ عَمرٍو قَالَ: كُنتُ أَكتُبُ كُلَّ شَيءٍ أَسمَعُهُ مِن رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أُرِيدُ حِفظَهُ فَنَهَتنِي وَقَالُوا أَتَكتُبُ كُلَّ شَيءٍ تَسمَعُهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الغَضَبِ وَالرِّضَا فَأَمسَكتُ عَنِ الكِتَابَةِ فَذَكَرتُ ذَلِكَ اِلٰى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَأَومَأَ بِأُصبُعِهِ إِلَى فِيهِ فَقَالَ اكتُب فَوَالَّذِي نَفسِي بِيَدِهِ مَا يَخرُجُ مِنهُ إِلَّا حَقٌّ. (سنن ابی داود صـ۴ ۱ ۵، ط: میر محمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں : کہ میں جو بھی چیز حضور اکرم ﷺ سے سنتا تھا اسکو حفاظت کے ارادے سے لکھ لیتا تھا تو قریش نے مجھے منع کیا اور کہا کہ حضور اکرم ﷺ ایک انسان ہیں کبھی غصے کی حالت میں کلام فرماتے ہیں اور کبھی رضاء کی حالت میں، تو میں لکھنے سے رک گیا پھر میں نے یہ بات حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے ذکر کی، تو حضورِ اکرم

ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: لکھیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔

فقہ حنفی

ویشترط لصحة الایمان به ﷺ معرفة اسمه اذلاتتم المعرفة الا به وکونه بشرا من العرب.(طحطاوی علی مراقی الفلاح صـ ۱۰ ،ط:قدیمی)

ترجمہ: ایمان کی درستگی کی شرائط میں سے آپ ﷺ کا نام جاننا ضروری ہے اس لیے کہ اس کے بغیر معرفت تام نہیں ہوتی اور آپ ﷺ کو اہلِ عرب میں سے بشر ماننا بھی ضروری ہے۔

تصریحاتِ علماء

(۱) فمحمد ﷺ وسائر الانبیآء والرسل من البشر.(شفاء قاضی عیاض صـ ۱۶۵)

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ اور بقیہ تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام بشروں ہی میں سے تھے (کوئی بھی نوری اور ناری نہیں تھا)

(۲) من قال انه لم یکن بشراً اٰدمیاً فکل ذلک نص العلماء علی کفر قائله ومدعیه.(مطالع المسرات صـ ۳۹۹)

ترجمہ: جس نے کہا کہ آپ ﷺ بشر اور آدمی نہیں تھے تو ایسے قول کے قائل اور مدعی (یعنی آپ ﷺ کو بشر اور آدمی نہ جاننے والے) کے خلاف علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

(۳) مولانا امجد علی اعظمی رضوی بریلوی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ (بہارِ شریعت صفحہ ۱۰)

(۴) مفتی احمد یار بریلوی لکھتے ہیں: اللہ نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کافروں سے مخاطب ہو کر یوں فرمائیں ''اے کفار! تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں'' (جاء الحق صفحہ ۱۶۲)

(۵) شیخ الحدیث حضرت مفتی اعجاز ولی خان رضوی بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ جو لوگ آپ ﷺ کی بشریت کا سرے سے انکار کرتے ہیں وہ نصوص قطعیہ کے منکر و کافر ہیں اور جو آپ ﷺ کو نور اور

متصف الصفات نور نہیں مانتے وہ وہ دلائل واضحہ اور براہین ساطعہ جلیلہ و جمیلہ سے غافل ہو کر گمراہی کے اندھے کنویں میں گر جاتے ہیں۔ (بشریت ورسالت صفحہ ۷۷۶)

لمحۂ فکریہ

اگر بالفرض آپ ﷺ کے بشر ہونے پر قرآن وحدیث اور فقہ سے کوئی دلیل نہ ہوتی تب بھی مالک خرد وعقل کے لئے ابتداء میں جو دو باتیں بطورِ تمہید لکھی گئی ہیں، کافی ہیں اگر ان پر ٹھنڈے دل سے سوچا جائے تو اس نتیجے پر پہنچنا کچھ دشوار نہیں کہ آپ ﷺ انسان اور بشر ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب یہ بات واضح ہوگئی کہ خالق ارض وسماء کی ذوی العقول مخلوق کی تین قسمیں ہیں، نوری، ناری اور خاکی اور سب سے افضل واشرف خاکی اور بشر ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اشرف الکائنات، سرورِ کائنات، افضل الکائنات بشر ہی کی جنس میں سے ہو سکتے ہیں، کسی اور جنس سے نہیں ہو سکتے اس لئے کہ نوری جنس میں ہونے سے تو آپ ﷺ کی متفقہ عظمت اور مرتبت کا انکار لازم آتا ہے۔

لہٰذا آنحضرت ﷺ کو اشرف الکائنات ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اشرف المخلوقات کی جنس میں سے ہو جو کہ بشر اور انسان ہے۔

اسی طرح جب آپ ﷺ کا نسب نامہ صحیح روایت کے مطابق اکیس پشتوں تک انسانوں اور بشروں میں ثابت ہے اور اس سے ہر وہ شخص جو سر میں ذرا سا دماغ اور دماغ میں ذرہ برابر شعور رکھتا ہو، بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ آپ ﷺ انسانوں میں سے ایک انسان اور بشر ہیں، نہ تو جن ہیں اور نہ نورانی مخلوق یعنی فرشتہ، ورنہ پھر اپنا نسب نامہ خاکی کے بجائے نوری مخلوق میں بیان فرماتے، اذلیس فلیس، اور میں تو کہتا ہوں کہ آپ ﷺ نے انسانوں اور بشروں میں سے ہونے پر فخر فرمایا۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ اصطفٰی کنانة من ولد اسمٰعیل واصطفی قریشاً من کنانة واصطفیٰ من قریش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم. رواه مسلم. (مشکوة صـ ۵۱۱، ط: قدیمی)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا اور اولادِ کنانہ سے قریش کو چنا اور اولادِ قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب فرمایا، اور ایک روایت افضلیت بشر علی الجن والملک ماقبل میں گزری ہے۔

لطیفہ

اسلام سے قبل مشرکین کے نظریے اور آج کے عاشق کے نظریہ میں صرف تقدم اور تأخر کا فرق ہے اس کے سوا کوئی فرق نہیں۔

مشرک بشر کو مقدم اور رسول کو مؤخر کر کے کہا کرتے تھے کہ بشر رسول نہیں ہوسکتا، سورۃ بنی اسرائیل میں ایسے مشرکوں کے متعلق مذکور ہے کہ آپ میں ایک دوسرے سے نہایت حیرت اور تعجب کے ساتھ کہتے: **ابعث الله بشرا رسولا** (کیا خدا نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا) اور آج کا نام نہاد عاشقِ رسول کو مقدم اور بشر کو مؤخر رکھ کر کہتا ہے کہ رسول بشر نہیں ہوسکتا، دونوں کے قول میں صرف تقدم وتأخر کا فرق ہے حقیقت اور حاصل دونوں کا ایک کہ بشریت اور رسالت میں تضاد ہے۔

ظل الحبیب

بعض لوگ آپ ﷺ کے مجسم نور ہونے پر آپ ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی وجہ سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہیں تھا اور جس کا سایہ نہیں ہوتا وہ نور ہوتا ہے لہٰذا آپ ﷺ نور ہیں۔

اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ سرے سے یہ بات ہی غلط ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہیں تھا، بلکہ تھا۔

دوسری بات یہ کہ سایہ نہ ہونا نور ہونے کی دلیل ہے، یہ بھی درست نہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

سایہ کا ثبوت قرآن کریم سے

وَلِلّٰهِ یَسجُدُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالأَرضِ طَوعًا وَکَرهًا وَظِلٰلُهُم بِالغُدُوِّ وَالاٰصَالِ.[الرعد :١٥]

ترجمہ: زمین وآسمان میں رہنے والی ہر مخلوق خوشی، ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ہی کے روبرو جھکتی ہے نہ صرف وہ بلکہ ان کے سائے بھی صبح وشام اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔

تفسیر :امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں :

قال المفسرون کل شخص سواء کان مؤمنا او کافرا فان ظله یسجد لله قال

مجاهد ظل المؤمن يسجدلله طوعا وهو طائع و ظل الكافر يسجد لله كرها وهو کاره.(التفسیر الکبیر ٧/٢٦،ط:دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ: مفسرین حضرات نے فرمایا ہے کہ ہر شخص مؤمن ہو یا کافر اس کا سایہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتا ہے،مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مؤمن کا سایہ اختیاری سجدہ کرتا ہے اور وہ مؤمن اس پر خوش ہوتا ہے اور کافر کا سایہ جبری سجدہ کرتا ہے اور وہ کافر اسے ناپسند کرتا ہے۔

فائدہ : ناظرین خود فیصلہ کریں کہ اس آیت میں جو ہر مخلوق کے سایہ کا ذکر ہے تو آپ ﷺ مخلوق میں داخل ہیں یا نہیں اور مفسر کبیر نے جو مؤمن اور کافر ہر ایک کے سایہ کا ذکر کیا ہے کیا مؤمن میں آپ ﷺ داخل نہیں؟

اگر اس آیت اور تفسیری حوالہ سے آپ ﷺ کو کسی آیت قرآنیہ یا کسی معتبر مفسر نے مستثنیٰ کیا ہو تو ذرا ہمت کر کے کوئی بتلا دے۔

اس قسم کے مضمون کی اور بھی کئی آیتیں ہیں لیکن اختصار کی وجہ سے سر دست اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ایک سفر میں تھے کہ اچانک حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا اتفاق سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک سواری زائد تھی،حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اپنی زائد سواری صفیہ کو دے دو،حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کیا اس یہودیہ کو دوں پس اس پر آپ ﷺ ناراض ہو گئے،اور ذی الحجہ اور محرم دو مہینے یا تین مہینے مسلسل ان کے پاس نہ آئے یہاں تک کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئیں اور اپنا سامان وغیرہ منتقل کرنے کا بھی ارادہ کر لیا۔

فرماتی ہیں مگر **فبینما انا یوماً بنصف النهار اذا انا بظل رسول الله ﷺ مقبلاً.(مسند امام احمد بن حنبل ٦/١٣٢)**

اچانک ایک دن کیا دیکھتی ہوں کہ دوپہر کا وقت ہے اور آپ ﷺ کا سایۂ مبارک آ رہا ہے۔

فائدہ : غور کیجیے،اس حدیث میں ’’**انا بظل رسول الله ﷺ**‘‘ کتنا واضح فقرہ ہے۔

نوری مخلوق کا سایہ

یہ کہنا کہ نوری مخلوق کا سایہ نہیں ہوتا غلط ہے کیونکہ صحیح حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد صراحۃً ثابت ہے کہ **فما زالت الملائكة تظله باجنحتها حتى رفعتموه (صحيح البخاری ۱/۱۶۶، ط: قديمی)**

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے، فرشتوں نے اپنے پروں سے ان پر اس وقت تک سایہ کئے رکھا جب تک ان کو معرکہ جنگ سے اٹھا نہیں لیا گیا۔

فائدہ : اس روایت سے معلوم ہوا کہ نوری کا بھی سایہ ہوتا ہے۔

مسئلہ علم غیب

اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کو منتخب فرمایا، پھر تمام انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو وہ خوبیاں عطاء فرمائیں جو اور کسی کو نہیں دیں اور علم و حکمت میں بھی آپ ﷺ کو سب سے ممتاز فرمایا مگر کلی علمِ غیب جو خاصۂ خداوندی ہے اس میں آپ ﷺ کو شریک نہیں کیا گیا۔ قرآنِ کریم کی متعدد آیات اس پر صراحۃً دال ہیں کہ آپ ﷺ کو کلی علم غیب نہ ذاتی طور پر دیا گیا اور نہ عطائی طور پر۔

اس مختصر رسالہ میں قرآنِ مجید کی آیات میں سے صرف ایک آیت اور اس کی مستند تفسیر پر اکتفاء کیا جاتا ہے جو سمجھدار منصف مزاج کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔

آیت : **قُل لَا أَقُولُ لَكُم عِندِى خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعلَمُ الغَيبَ وَلَا أَقُولُ لَكُم إِنِّى مَلَكٌ [الانعام : ۵۰]**

ترجمہ : (اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

فائدہ : اس آیت سے تین مسئلے حل ہو گئے۔

(۱) آپ ﷺ مختارِ کل نہیں۔

(۲) کلی علم غیب آپ ﷺ کو نہیں دیا گیا۔

(۳) آپ ﷺ فرشتہ اور نور نہیں بلکہ بشر اور انسان ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تین باتوں کے اعلان کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

(۱) اول یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام خزانوں کا مالک ومختار نہیں ہوں (اس اعلان سے پہلا مسئلہ حل ہوگیا)

(۲) دوم یہ کہ میں تمام غیبوں کو نہیں جانتا ہوں (اس سے دوسرا مسئلہ حل ہوگیا)

(۳) سوم یہ کہ میں فرشتہ نہیں ہوں (اس سے تیسرا مسئلہ حل ہوگیا کہ آپ ﷺ فرشتہ اور نور نہیں بلکہ بشر ہیں)

شانِ نزول

مستند تفسیر کے حوالہ سے اس آیت کے شان نزول کو ذکر کیا جاتا ہے تا کہ کوئی آیت کے صاف اور واضح اعلان میں معنوی تحریف کر کے یہ نہ کہہ دے کہ یہاں علم غیب ذاتی کی نفی ہے، عطائی کی نہیں، اس لئے کہ شانِ نزول سے ہر ادنیٰ سمجھ رکھنے والا بھی سمجھتا ہے کہ آیت میں علم غیب ذاتی اور عطائی دونوں کی نفی ہے۔

اب شانِ نزول سنیے!

مشرکین نے آپ ﷺ سے کہا تھا کہ اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو آپ ہمیں آئندہ حالات کی خبر دیں، تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، مشرکین کا مقصد اس سوال سے صرف آئندہ واقعات وحالات معلوم کرنا تھا، آپ ﷺ خود ان کو ذاتی علم سے بتا دیں یا عطائی علم کے ذریعے، لیکن آپ ﷺ نے ان کو جواب میں نفی فرما کر صاف اعلان کر دیا کہ میرے پاس آئندہ واقعات کا علم نہیں، نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر تا کہ میں تم کو بتا سکوں۔

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ان القوم كانو يقولون له ان كنت رسولا من عند الله فلا بدوان تخبرنا عما يقع في المستقبل من المصالح والمضار حتى نستعد لتحصيل تلک المصالح ولدفع

تـلـك الـمـضـار فـقـال تـعـالـیٰ قـل انـی لا اعـلـم الغيب فيكف تطلبو ن منی هذه المطالب.(التفسير الكبير ۵۳۸/۴،ط:دار احياء التراث العربی، بيروت)

ترجمہ: کافر کہتے تھے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہو تو ہمیں بتاؤ کہ آئندہ ہمیں کیا کیا فائدے اور نقصانات پہنچنے والے ہیں تا کہ ہم ان فوائد کو حاصل کرنے اور ان تکالیف سے بچنے کے لئے تیار ہو جائیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ﷺ ان سے کہہ دیں کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں پس تم اس قسم کے مطالبات مجھ سے کیوں کرتے ہو۔

حديث : عـن ابـن عـمـر رضـی الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قـال: مـفـاتيح الغيب خمس لا يعلمها إلا الله لا يعلم ما فی غد إلا الله و لا يعلم ما تـغـيـض الأرحـام إلا الله و لا يعلم متی يأتی المطر أحد إلا الله و لا تدری نفس بأی أرض تموت و لا يعلم متی تقوم الساعة إلا الله.(صحيح البخاری ۶۸۱/۲،ط:قديمی)

ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مفاتیح الغیب (غیب کے خزانے) پانچ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (۱) اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہوگا۔(۲) اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ ارحام میں کیا ہے (نر ہے یا مادہ، سفید ہے یا سیاہ وغیرہ)۔(۳) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے کہ بارش کب آئے گی۔(۴) کسی جاندار کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں مرے گا۔(۵) اور اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان پانچ علوم کے جاننے میں اللہ تعالیٰ منفرد ہیں اور اس کے سوا ان چیزوں کا علم اور کسی کو نہیں، نہ کسی برگزیدہ پیغمبر کو اور نہ کسی مقرب فرشتے کو، اور یہ عقیدہ دین میں اتنا ضروری اور اس قدر واضح اور قطعی ہے کہ اس کی مخالفت کرنے والا قرآن کا منکر سمجھا گیا ہے، چنانچہ امام زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

من ادعی انه يعلم شيئا من هذه الخمس فقد كفر بالقرآن العظيم.

(عمدة القاری شرح صحيح البخاری ۱۶۱/۷)

ترجمہ: جس نے دعویٰ کیا کہ وہ ان امور خمسہ میں سے کسی ایک کو جانتا ہے تو اس نے قرآن کا انکار کیا۔

امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مذہب

ومن حدثک انہ یعلم ما فی غد فقد کذب ثم قرأت وما تدری نفس ما ذا تکسب غدا(صحیح البخاری ۲/۷۲۰،ط:قدیمی)

ترجمہ: اور جس نے آپ کے سامنے یہ بیان کیا کہ آپ ﷺ کل کی بات جانتے ہیں اس نے جھوٹ کہا اس کے بعد یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے) ''اور کسی نفس کو علم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا''۔

فائدہ : ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان بار بار پڑھیے اور عقل و دانش سے کام لیتے ہوئے انصاف سے فیصلہ کیجیے، خصوصاً ان کی دو باتوں کی طرف انتہائی توجہ کی ضرورت ہے۔

ایک یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں رسول اکرم ﷺ کی جو محبت تھی اور عشق تھا کیا کسی آج کل کے بناوٹی عاشق کے دل میں ہوسکتا ہے؟ باجود کمالِ محبت کے آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا انکار کرتی ہیں، اگر یہ انکار گستاخی ہوتا، آپ ﷺ کی شان کے خلاف ہوتا جیسا کہ آج کل بعض نام نہاد مولویوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا ہوا ہے کہ فلاں انکارِ علم غیب کی وجہ سے گستاخ رسول ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی انکار نہ کرتیں، ان کے انکار نے تو واضح کر دیا کہ آپ ﷺ کے لئے کلی علم غیب ثابت کرنا گستاخی ہے اور انکار ضروری ہے اور آپ ﷺ کی شان کے لائق ہے۔

دوسری بات یہ کہ ام المؤمنین نے آیت سے استدلال کر کے واضح کر دیا کہ علم غیب کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے، نیز عطائی کی تاْویل بھی یہاں نہیں چل سکتی، اس لئے کہ یہاں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر ذاتی طور پر علم کا دعویٰ کرے تو جھوٹا ہے، عطائی طور پر کرے تو جھوٹا نہیں بلکہ وہ تو فرماتی ہیں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے کسی نفس کا کچھ علم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا۔

واقعہ نمبر ا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد یا عورت (راوی کو شک ہے) مسجد میں رہا کرتا تھا اور مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا وہ مرگیا لیکن نبی اکرم ﷺ کو اس کی موت کا علم نہ

ہوا۔ اتفاقاً ایک دن آپ ﷺ نے اسے یاد فرمایا اور پوچھا اس آدمی کا کیا ہوا (کئی دنوں سے وہ دیکھنے میں نہیں آیا) تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ وہ تو فوت ہو چکا ہے تو فرمایا تم نے مجھے کیوں اطلاع نہیں دی؟ صحابہ نے کچھ ایسا جواب دیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے اس معاملہ کو معمولی سمجھا (اس لئے آپ ﷺ کو اطلاع نہیں دی) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا چلو مجھے اس کی قبر بتاؤ، چنانچہ آپ ﷺ اسکی قبر پر تشریف لائے اور اسکی نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ (صحیح مسلم ۱/ ۳۰۹، بخاری ۱/ ۱۷۸ واللفظ لہ، ط: قدیمی)

فائدہ : اس واقعہ سے جہاں یہ واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کو کلی علم غیب نہیں تھا ورنہ خادمِ مسجد کی موت اور مقام قبر وغیرہ آپ ﷺ سے پوشیدہ نہ ہوتے، وہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی علم غیب کلی کا عقیدہ نہیں تھا ورنہ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر کہتے کہ آپ ﷺ تو خود عالم الغیب ہیں، خادم کی موت کی خبر رکھتے ہیں ہماری اطلاع کی کیا ضرورت؟ اور ہر قبر میں تو آپ خود بنفسِ نفیس تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں سے بھی آپ ﷺ کو پتہ چلا ہوگا کہ اس قبر میں تو ہماری مسجد کا خادم ہے، تو آپ ہم سے کیسے دریافت فرماتے ہیں؟

لیکن کسی ایک صحابی نے بھی یہ نہیں کہا، جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ بھی آپ ﷺ کو کلی طور پر عالم الغیب نہیں سمجھتے تھے۔

واقعہ نمبر ۲

صحیح بخاری میں موجود ہے کہ شروع میں قبیلہ رعل، ذکوان اور بنولحیان کے کچھ لوگ (ایک سازش کے تحت) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں، آپ ہمیں امداد کے لئے کچھ آدمی مرحمت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ان کی باتوں پر اعتماد فرمایا اور انھیں مخلص مؤمن سمجھ کر انصار میں سے ستر آدمی ان کی مدد کے لئے ان کے ہمراہ روانہ فرما دیئے جو سارے کے سارے قرآن کے قاری اور نہایت ہی متقی تھے، چنانچہ جب وہ منافقین صحابہ کی اس جماعت کو ساتھ لے کر مقام بیرِ معونہ میں پہنچے تو ان سے دھوکا کیا اور سب کو شہید کر ڈالا۔ ان میں سے صرف ایک صحابی کعب بن یزید اور ایک اور آدمی کی جان بچی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو اطلاع دی کہ وہ اپنے رب سے مل چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہیں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان قاریوں کے قتل پر

آپ ﷺ کو اتنا صدمہ اور رنج ہوا کہ اتنا کبھی نہیں ہوا تھا، ان کے قتل کے بعد ان ظالموں کے لئے آپ ﷺ پورا ایک ماہ بد عا کرتے رہے اور آپ ﷺ نے فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ایک ماہ تک قنوتِ نازلہ پڑھی۔(بحوالہ جواہر التوحید وتبرید النواظر)

فائدہ: اگر آپ ﷺ عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر تھے تو نہ ان منصوبہ بنانے والوں کی سازش میں آتے اور نہ جلیل القدر صحابہ ان درندوں کے حوالے کرتے۔

واقعہ نمبر۳

قصہ افک و بہتان: صحیحین اور دوسری کتب حدیث میں یہ واقعہ غیر معمولی طویل تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بنی المصطلق میں جس کو غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے، ۶ ھ میں تشریف لے گئے تو امہات المؤمنین میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتھ تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ جس پر ان کا ہودج (پردہ دار شغدف) ہوتا تھا اور چونکہ اس وقت پردہ کے احکام نازل ہو چکے تھے تو معمول یہ تھا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہودج میں سوار ہو جاتیں پھر لوگ اس ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔غزوہ سے فراغت اور مدینہ طیبہ کی طرف واپسی میں ایک روز یہ قصہ پیش آیا کہ ایک منزل میں قافلہ ٹھہرا آخر شب میں کوچ سے کچھ پہلے اعلان کیا گیا کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے تا کہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو کر تیار ہو جائیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قضاء حاجت کی ضرورت تھی س سے فراغت کے لئے جنگل کی طرف چلی گئیں وہاں اتفاق سے ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا اس کی تلاش میں ان کو دیر لگ گئی، جب واپس اپنی جگہ پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے ان کے اونٹ کا قصہ یہ ہوا کہ جب کوچ ہونے لگا تو عادت کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ کا ہودج یہ سمجھ کر اونٹ پر سوار کر دیا گیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس میں موجود ہیں اٹھاتے وقت بھی کچھ شبہ اس لئے نہ ہوا کہ اس وقت حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عمر میں کم اور بدن میں نحیف تھیں کسی کو یہ اندازہ ہی نہ ہوا کہ ہودج خالی ہے چنانچہ اونٹ کو ہانک دیا گیا، حضرت صدیقہ نے اپنی جگہ واپس آ کر قافلہ کو نہ پایا تو بڑی دانشمندی اور وقار و استقلال سے کام لیا کہ قافلہ کے پیچھے دوڑنے یا ادھر ادھر تلاش کرنے کے بجائے اپنی جگہ چادر اوڑھ کر بیٹھ گئیں

اور خیال کیا کہ جب آنحضرت ﷺ اور رفقاء کو یہ معلوم ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو تلاش کرنے کے لئے یہاں پہنچیں گے، اگر میں ادھر ادھر کہیں اور گئی تو ان کو تلاش کرنے میں مشکل ہوگی اس لئے اپنی جگہ چادر میں لپٹ کر بیٹھی رہیں، آخر رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ کر آنکھ لگ گئی۔

دوسری طرف قدرت نے یہ سامان کیا کہ حضرت صفوان بن معطل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو آنحضرت ﷺ نے اسی خدمت کے لئے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ قافلہ کے پیچھے رہیں اور قافلہ روانہ ہونے کے بعد گری پڑی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اس کو اٹھا کر محفوظ کر لیں وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے، ابھی روشنی پوری نہ تھی اتنا دیکھا کہ کوئی آدمی پڑا سو رہا ہے قریب آئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہچان لیا کیونکہ انھوں نے پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے ان کو دیکھا تھا، پہچاننے کے بعد انتہائی افسوس کے ساتھ ان کی زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ وِاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن نکلا۔ یہ کلمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کان میں پڑا تو آنکھ کھل گئی اور چہرہ ڈھانک لیا۔ حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا اونٹ قریب لا کر بٹھا دیا، حضرت عائشہ صدیقہ اس پر سوار ہوگئیں اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پاپیادہ چلنے لگے یہاں تک کہ قافلہ میں مل گئے۔ عبداللہ بن اُبی بڑا خبیث منافق، رسول اللہ ﷺ کا دشمن تھا اس کو ایک بات ہاتھ لگ گئی اور کم بخت نے واہی تباہی بکنا شروع کیا اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی سنی سنائی باتوں سے متاثر ہو کر اسکا تذکرہ کرنے لگے، جیسے حضرت حسان حضرت مسطح رضی اللہ عنہ مردوں میں سے اور حضرت حمنہؓ عورتوں میں سے، تفسیر درمنثور میں بحوالہ ابن مردویہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی قول نقل کیا ہے کہ **اعانہ ای عبد اللہ ابن اُبی حسان و مسطح و حمنہ** جب اس منافق کے بہتان کا چرچا ہوا تو خود رسول اللہ ﷺ کو اس سے سخت صدمہ پہنچا۔ صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تو انتہائی سخت صدمہ پہنچا، ظاہر ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی اس سے سخت رنج وافسوس ہوا، ایک مہینہ تک یہی قصہ چلتا رہا آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءت اور بہتان باندھنے یا اس میں شریک ہونے والوں کی مذمت میں مذکورہ بالا آیات نازل فرمادیں جن کی تفسیر آگے آتی ہے، قرآنی ضابطہ کے مطابق جس کا ذکر ابھی حدِ قذف کے تحت آچکا ہے، تہمت لگانے والوں سے شہادت کا مطالبہ کیا گیا وہ تو ایک بالکل ہی بے بنیاد خبر تھی گواہ کہاں سے آتے؟ نتیجہ یہ ہوا کہ نبی

کریم ﷺ نے تہمت لگانے والوں پر شرعی ضابطہ کے مطابق قذف جاری کی ، ہر ایک کو اسی اسی کوڑے لگائے ، بزار اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس وقت رسول اللہ نے تین مسلمانوں پر حدِ قذف جاری فرمائی، مسطح، حمنہ اور حسان۔ اور طبرانی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر عبداللہ بن اُبی منافق جس نے اصل تہمت گھڑی تھی اس پر دوہری حد جاری فرمائی پھر مؤمنین نے توبہ کر لی اور منافقین اپنے حال پر قائم رہے۔ (بیان القرآن)

اس سفر سے واپس آنے کے بعد حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھریلو کاموں میں مشغول ہوگئیں ان کو کچھ خبر نہیں تھی کہ منافقین نے ان کے بارے میں کیا خبر اڑائی ہے، صحیح بخاری کی روایت میں خود حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ سفر سے واپسی کے بعد کچھ میری طبیعت خراب ہوگئی اور سب سے بڑی وجہ طبیعت خراب ہونے کی یہ ہوگئی کہ میں رسول اللہ ﷺ کا وہ لطف وکرم اپنے ساتھ نہ دیکھتی تھی جو ہمیشہ سے معمول تھا، بلکہ اس عرصہ میں آپ ﷺ کا معاملہ یہ رہا کہ گھر میں تشریف لاتے سلام کرتے پھر پوچھ لیتے کیا حال ہے؟ اور واپس تشریف لے جاتے۔ مجھے چونکہ اس کی کچھ خبر نہ تھی کہ میرے بارے میں کیا خبر مشہور کی جارہی ہے اس لئے رسول اکرم ﷺ کے اس طرز عمل کا راز مجھ پر نہ کھلتا تھا، میں اسی غم میں گھلنے لگی ایک روز اپنی کمزوری کی وجہ سے مسطح صحابی کی والدہ ام مسطح کو ساتھ لے کر میں نے قضاء حاجت کے لئے باہر جانے کا ارادہ کیا کیونکہ اس وقت گھر میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہوکر گھر کی طرف آنے لگی تو ام مسطح کا پاؤں ان کی بڑی چادر میں الجھا اور گر پڑیں اس وقت ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلا تَعِسَ مِسْطَحُ یہ ایسا کلمہ ہے جو عرب میں بددعا کے لئے استعمال ہوتا ہے اس میں ماں کی زبان سے اپنے بیٹے مسطح کے لئے بددعا کا کلمہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تعجب ہوا ان سے فرمایا کہ یہ بہت بری بات ہے تم ایک نیک آدمی کو برا کہتی ہو جو غزوہ بدر کا شریک تھا یعنی ان کا بیٹا مسطح، اس پر اُم مسطح نے تعجب سے کہا کہ بیٹی کیا تم کو خبر نہیں کہ مسطح میرا بیٹا کیا کہتا پھرتا ہے؟ میں نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے؟ تب ان کی والدہ نے مجھے سارا واقعہ اہلِ افک کی چلائی ہوئی تہمت کا اور مسطح کا اس میں شریک ہونا بیان کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میرا مرض دوگنا ہوگیا جب میں گھر میں واپس آئی اور حسبِ معمول رسول اللہ ﷺ تشریف لائے سلام کیا اور مزاج پرسی فرمائی تو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں؟ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ منشا یہ تھا کہ والدین سے اس معاملہ کی تحقیق کریں، میں نے جا کر والدہ سے پوچھا انہوں نے تسلی دی کہ تم جیسی عورتوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں اور ایسی چیزیں مشہور کیا کرتے ہیں تم اس کے غم میں نہ پڑو، خود بخود معاملہ صاف ہو جائے گا میں نے کہا! سبحان اللہ! لوگوں میں اس کا چرچا ہو چکا ہے میں کیسے صبر کروں؟ میں ساری رات روتی رہی، نہ میرے آنسو تھمے، نہ آنکھ لگی، دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے جو اس خبر کے پھیلنے سے سخت غمگین تھے اور اس عرصے میں اس معاملے کے متعلق کوئی وحی بھی آپ ﷺ پر نہ آئی تھی، اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دونوں گھر کے ہی آدمی تھے ان سے مشورہ لیا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے تو کھل کر عرض کیا کہ جہاں تک ہمارا علم ہے ہمیں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں، ان کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کی راہ پیدا ہو، آپ ان افواہوں کی کچھ پروا نہ کریں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے (آپ کو غم و اضطراب سے بچانے کے لیے) یہ مشورہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں فرمائی اگر افواہوں کی بنا پر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے کچھ تکدر طبعی ہو گیا ہے تو عورتیں اور بہت ہیں اور آپ کا یہ تکدر اس طرح بھی رفع ہوسکتا ہے کہ بریرہ جو حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیز ہیں ان سے ان کے حالات کی تحقیق فرمالیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بریرہ سے پوچھ گچھ فرمائی، بریرہ نے عرض کیا کہ اور تو کوئی بات عیب کی مجھے ان میں نظر نہیں آئی بجز اس کے کہ نوعمر لڑکی ہیں بعض اوقات آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہیں خود سو جاتی ہیں بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے (اس کے بعد حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ دینا اور برسرِ منبر تہمت گھڑنے والوں اور افواہ پھیلانے والوں کی شکایت کا ذکر فرمانا اور طویل قصہ مذکور ہے آگے کا مختصر قصہ یہ ہے کہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے یہ سارا دن پھر دوسری رات بھی مسلسل روتے ہوئے گزری میرے والدین بھی میرے پاس آگئے تھے وہ ڈر رہے تھے کہ رونے سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا، میرے والدین میرے پاس

بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے اور جب سے یہ قصہ چلا تھا اس کے دوران آپ میرے پاس آ کر نہ بیٹھے تھے، پھر آپ نے ایک مختصر خطبۂ شہادت پڑھا اور فرمایا اے عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں یہ باتیں پہنچی ہیں، اگر تم بری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمھیں بری کر دیں گے (یعنی براءت کا اظہار بذریعہ وحی فرمادیں گے) اور اگر تم سے کوئی لغزش ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں، جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا کلام پورا فرمایا تو میرے آنسو بالکل خشک ہو گئے میری آنکھوں میں ایک قطرہ نہ رہا، میں نے اپنے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دیجئے، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عذر کیا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ جواب دیجئے، انھوں نے بھی عذر کر دیا کہ میں کیا کہہ سکتی ہوں، اب مجبور ہو کر مجھے ہی بولنا پڑا، میں ایک کم عمر لڑکی تھی اب تک قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھ سکی تھی، اس وقت اس رنج و غم اور انتہائی صدمہ کی حالت میں جب کہ اچھے اچھے عقلاء کو بھی معقول کلام کرنا آسان نہیں ہوتا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو کچھ فرمایا وہ ایک عجیب و غریب عاقلانہ کلام ہے ان کے الفاظ بعینہ لکھے جاتے ہیں۔

واللہ لقد عرفت لقد سمعتم ھٰذا الحدیث حتّٰی استقرّ فی انفسکم وصدقتم بہ ولئن قلت لکم انی بریئة واللہ یعلم انی بریئة لا تصدقونی ولئن اعترفت لکم بامر واللہ یعلم انی منہ بریئة لتصد قونی واللہ لا اجدلی ولکم مثلا الا کما قال ابو یوسف فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون.

ترجمہ: بخدا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ حضرات نے اس بات کو سنا اور سنتے رہے یہاں تک کہ آپ حضرات کے دل میں بیٹھ گئی اور آپ حضرات نے اس کی عملاً تصدیق کر دی اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں اس سے بری ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ واقعی میں بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہ کریں گے اور اگر میں ایسے کام کا اعتراف کر لوں جس سے میرا بری ہونا اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو آپ حضرات میری بات مان لیں گے، واللہ اب میں اپنے اور آپ لوگوں کے معاملہ کی کوئی مثال بجز اس کے نہیں پاتی جو یوسف علیہ السلام کے والد یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں

کی غلط بات سن کرفرمائی تھی کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس معاملہ میں مدد طلب کرتا ہوں جو تم بیان کررہے ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اتنی بات کرکے میں الگ اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئی اور فرمایا کہ مجھے یقین تھا کہ جیسا میں فی الواقع بری ہوں اللہ تعالیٰ میری براءت کا اظہار بذریعہ وحی ضرور فرمائیں گے لیکن یہ وہم وخیال بھی نہ تھا کہ میرے معاملہ میں قرآن کی آیات نازل ہونگی جو ہمیشہ تلاوت کی جائیں گی کیونکہ میں اپنا مقام اس سے بہت کم محسوس کرتی تھی، ہاں یہ خیال تھا کہ غالبًا آپ کوخواب میں میری براءت ظاہر کردی جائے گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اس مجلس سے ابھی نہیں اٹھے تھے اور گھر والوں میں بھی کوئی نہیں اٹھا تھا کہ آپ ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزولِ وحی کے وقت ہوا کرتی ہے جس سے سخت سردی کے زمانے میں آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ پھوٹنے لگتا تھا جب یہ کیفیت رفع ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ہنستے ہوئے اٹھے اور سب سے پہلا کلمہ جو فرمایا وہ یہ تھا **البشری یا عائشه اما الله فقد ابرأک** یعنی اے عائشہ! خوشخبری سنو! اللہ تعالیٰ نے تمھیں بری کردیا میری والدہ نے کہا کہ کھڑی ہو جاؤ اور آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو، میں نے کہا کہ نہ میں اس معاملہ میں اللہ کے سوا کسی کا احسان مانتی ہوں نہ کھڑی ہوں گی، میں اپنے رب کی شکرگزار ہوں، اسی نے مجھے بری فرمایا۔

فائدہ :اس مفصل واقعہ کو پڑھ کر ہر ادنیٰ سے ادنیٰ عقل رکھنے والا اس فیصلے پر مجبور ہوگا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کوئی بھی عالم الغیب نہ تھے ورنہ یہ واقعہ پیش نہ آتا۔

اگر آنحضرت ﷺ عالم الغیب ہوتے تو اپنی محبوبہ کو سنگلاخ میدان میں اکیلی نہ چھوڑتے، بلکہ اپنے صحابہ سے فرماتے کہ تم نے جو ہودج اونٹ پر رکھا وہ تو خالی ہے اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہیں ہیں، ذرا صبر کرو، ابھی وہ جنگل میں ہیں واپس نہیں آئیں ان کو آنے دو لیکن (بقول او) ہیں عالم الغیب اور زوجہ مطلوبہ کو چھوڑ کر جارہے ہیں کچھ پتہ نہیں چلتا یہ عجیب علم غیب کلی اور ما کان وما یکون ہے، بعضے بدنصیب تو یہاں تک کہنے سے نہیں شرماتے کہ آپ ﷺ کو علم تو تھا مگر قصداً

چھوڑ دیا تھا۔

کیا اس زمانے میں کوئی ایسا غیرت مند ہے جو یہ چاہتا ہو کہ میری بیوی پر تہمت لگے اور پھر اس کا تمام لوگوں میں چرچا ہو، اگر چہ جھوٹ تہمت ہو۔

جب ہم جیسے لوگوں کو اس طرح کی جھوٹی تہمت گوارا نہیں تو آپ ﷺ کی عزت تو ہم سے بدرجہا زیادہ ہے انھوں نے قصداً اس تہمت کے اسباب کیوں اختیار کیئے؟ اگر قصداً اختیار کیئے ہوتے تو اتنا صدمہ کیوں؟ اور دوسروں سے ام المؤمنین کی پاکی وصفائی کی تحقیقات کیوں؟ اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطاء فرمائیں۔

اسی طرح اگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو تمام اولیاء کے سردار ہیں، کو علم غیب ہوتا تو ان کو پتہ چل جاتا کہ ہودج خالی ہے اور یہ سمجھ کر کہ ام المؤمنین ہودج میں تشریف رکھتی ہیں اونٹ پر نہ رکھتے، کیا یہ حضرات پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تمہارے نزدیک کم درجہ رکھتے ہیں؟ پیرانِ پیر صاحب کو تو بغداد میں رہتے ہوئے پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں نے گیارھویں دی ہے لہٰذا اس کے کام بناتے ہیں اور فلاں نے نہیں دی اس پر آفات بھیجتے ہیں، فلاں بھینس کا دودھ گیارھویں میں خرچ ہوا فلاں کا نہیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہودج کو پکڑ کر اٹھا رہے ہیں، ہودج سامنے ہے مگر پھر بھی پتہ نہیں چلتا اور تمام قافلہ کوچ کر کے اکیلی ام المؤمنین کو لق ودق میدان میں چھوڑ کر چلا گیا، کیا اتنی موٹی بات کسی دانشمند کی سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر صحابہ کو علم غیب ہوتا تو کبھی بھی اپنی پیاری والدہ کو جنگل میں چھوڑ کر نہ جاتے جب ان کو علم غیب نہیں تو پیران پیر جو ان کے پاؤں کی خاک کے برابر نہیں اور دوسرے اولیاءِ کرام ان کو کہاں سے علم غیب آ گیا، اسی طرح ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی علم غیب نہیں تھا ورنہ ان کو ضرور پتہ چل جاتا کہ مجھے دیر لگے گی قافلہ نکل جائے گا اور کہتیں کہ شاید مجھے دیر لگ جائے اس لئے کہ میرا ہار ٹوٹے گا، پھر میں عالمۃ الغیب اس کو تلاش کروں گی، جس کی تلاش میں کافی وقت لگے گا، ادھر سے قافلہ کے کوچ کا وقت ہوگا لہٰذا ذرا کوچ کو مؤخر کریں تا کہ ہار ٹوٹنے اور تلاش کرنے کا وقت ملے اور قافلے سے بھی مل کر چل سکوں، لیکن ام المؤمنین نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ ام المؤمنین کو یہ علم نہ تھا کہ میرا ہار ٹوٹے گا پھر اس کی تلاش میں لگ کر قافلہ نکل جائے گا اور نہ آپ

ﷺ کوعلم تھا کہ جنگل جا کر ان کا ہار ٹوٹے گا، پھر اس کی تلاش میں دیر لگے گی ورنہ انتظار فرماتے۔

اسی طرح اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالم الغیب ہوتے تو صاف کہہ دیتے کہ اصل واقعہ تو یوں ہے اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تحقیق کا مشورہ نہ دیتے، یا یوں کہتے کہ یا رسول اللہ آپ تو عالم الغیب ہیں آپ کو تو سب کچھ پہلے سے معلوم ہے تو ہم سے مشورہ کا کیا مطلب؟ لیکن ایسا نہیں کہا، جس سے ثابت ہوا کہ وہ بھی وہابی دیوبندی کی طرح آپ کو عالم الغیب نہیں مانتے کیا ان پر بھی گستاخ رسول ہونے کا فتویٰ صادر کرنا ہے یا انھیں معاف کرنا ہے؟

اسی طرح اگر حضرت حسان اور حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہما عالم الغیب ہوتے تو کبھی اس تہمت میں شریک نہ ہوتے اور نہ کوڑوں کی سزا کے مستحق بنتے۔

قارئین کرام: ذرا انصاف سے ان اقتباسات پر غور فرمائیں، کیا یہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (نعوذ باللہ) گستاخ رسول تھے (حاشا وکلا) بلکہ ان سب حضرات کا عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور صفت میں کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں، نہ مقرب رسول، نہ فرشتہ اور نہ ہی مقرب ولی۔

پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

من يعتقد ان محمدا صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب فهو كافر لان علم الغيب صفة مختصة بالله. (مرآۃ الحقیقت ص۱۸ بحوالہ جواہر التوحید ۲۶۷)

ترجمہ: جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت محمد ﷺ غیب جانتے ہیں تو وہ کافر ہے کیونکہ علم غیب ایک ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔

فائدہ: ان حضرات سے متأدبانہ گزارش ہے کہ جو پیرانِ پیر صاحب کے نام کی گیارھویں مزے لے لے کر کھاتے ہیں، کہ خدارا ذرا ان کے فتوے بھی دیکھیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی ان کے فتویٰ کی زد میں آجائیں۔

عبارات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) قال في الخانية: رجل تزوج امرأة بغير شهود فقال الرجل للمرأة خدائے

را و پیغمبر راگواه کردیم،قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ یعلم الغیب وهو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت.

(الفتاویٰ الخانیة علی هامش الهندیة ۵۷۶/۳،ط:رشیدیه)

ترجمہ: امام حسن بن منصور قاضی خان حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک آدمی نے ایک عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کیا اور اس سے کہا میں نے خدا اور رسول کو گواہ بنایا، فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کفر ہوگا کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو غیب دان سمجھ لیا حالانکہ جب آپ زندوں میں تھے اس وقت غیب نہیں جانتے تھے تو موت کے بعد کس طرح غیب جاننے لگے۔

(۲) قال فی خلاصة الفتاویٰ : رجل تزوج ولم یحضر شاهدا فقال خدائے را ورسولِ خدائے را گواه کردم و فرشتگان راگواه کردم یکفر فی الفتاویٰ لانه اعتقد ان الرسول والملک عالم بالغیب. (خلاصة الفتاویٰ ۳۸۵/۴،ط:رشیدیه)

ترجمہ: ایک آدمی نے نکاح کیا اور گواہ نہ بلوایا اور کہا کہ میں نے خدا اور رسول کو اور فرشتوں کو گواہ بنایا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں اس نے حضرت رسول اللہ ﷺ اور فرشتوں کو عالم الغیب سمجھا۔

(۳) قال فی البزازیة : تزوج بلا شهود قال خدائے را و رسولِ خدارا و فرشتگان راگواه کردم یکفر لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ والملک یعلمان الغیب انتهی ونیز در بزازیه است وعن هٰذا قال علمائنا من قال ان ارواح المشایخ حاضرة تعلم تکفر (بزازیة بحواله مجموعة الفتاویٰ ۱/۳۴۵،۳۷۹)

ترجمہ: کسی آدمی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور کہا کہ خدا اور رسول اللہ ﷺ اور فرشتوں کو میں نے گواہ کیا تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ حضرت ﷺ اور فرشتے غیب جانتے ہیں اسی وجہ سے ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ جس نے کہا بزرگوں کی روحیں حاضر و ناظر ہیں وہ کافر ہے۔

فائدہ: ان تینوں عبارتوں کو غور سے پڑھیے ہمارے فقہاءِ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے کس صراحت سے علم غیب کے عقیدے رکھنے والے کو کافر کہا ہے اور خوبی کی بات تو یہ ہے کہ یہاں ہمارے دوستوں کی بناوٹی عطائی کی تاویل بھی نہیں چل سکتی کیونکہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو،

فرشتوں کو گواہ بنایا ہے اس کا مطلب تو صرف اتنا ہوگا کہ ان کو ہمارے نکاح کا علم ہے خواہ ذاتی علم کی وجہ سے یا عطائی کی وجہ سے اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی یہ تفصیل نہیں کی کہ اگر ذاتی طور پر علم الغیب سمجھتا ہے تو کافر اور عطائی طور پر سمجھتا ہے تو کافر نہیں، بلکہ مطلق کفر کا حکم لگایا کہ خواہ وہ ذاتی علم غیب کا مدعی ہو یا عطائی کا، ہر صورت میں یہ عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

مشہور قصہ ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو اس سے اپنی بقیہ عمر کے بارے میں سوال کیا کہ میری کتنی عمر باقی ہے؟ تو فرشتے نے پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا اور غائب ہو گیا، منصور نے تعبیر دانوں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا، ان میں حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے، معبّروں نے بہت سی تعبیریں بیان کیں، کسی نے کہا کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ خلیفہ کی عمر ابھی پانچ سال باقی ہے، کسی نے کہا اس سے مراد پانچ ماہ ہیں اور کسی نے پانچ دن بتائے لیکن حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

هو اشارة الى هٰذه الأية فان هذه العلوم الخمسة لا يعلمها الا الله.

(مدارک ۲/۳۲۴، ط: قدیمی)

ترجمہ : کہ وہ ان غیوب کی طرف اشارہ ہے جن کو اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا، مطلب یہ کہ ملک الموت نے پانچ انگلیوں سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مجھے تمہاری بقیہ عمر کا پتہ نہیں کیونکہ یہ مفاتح الغیب میں سے ہے اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔

جو لوگ حنفی ہونے کے دعویدار ہیں ان کے لئے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کافی ہونا چاہیے اور ضد وہٹ دھرمی کو چھوڑ کر غلط عقیدہ سے توبہ کرنی چاہیے اور حق کو قبول کر کے فخر کرنا چاہیے۔

اشکال

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا میں اپنے فرزند کو ذبح کر رہا ہوں اور پھر اس کو حکمِ خداوندی سمجھ کر چھری لے کر اپنے جگر پارے کو اوندھے منہ لٹایا اور پھر چھری چلانا شروع کی اور ثابت کر دکھایا کہ لاڈلے بیٹے کا گلا تو کٹ سکتا ہے لیکن فرمانِ الٰہی میں پس وپیش نہیں ہوسکتی۔

اس واقعہ سے متعلق یہ اشکال ہے کہ جس وقت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لے جارہے تھے تو ان کو یہ معلوم تھا یا نہیں کہ میں چھری چلاؤں گا لیکن بیٹے کا گلا نہیں کٹے گا بلکہ جنت سے دنبہ آکر ذبح ہوگا، اگر کوئی کہے کہ یہ علم نہیں تھا تو پھر خلیل اللہ علیہ السلام کی قربانی اور واقعہ کی عظمت تو اپنی جگہ برقرار رہی البتہ اس سے علم غیب کا خود ساختہ عقیدہ پاش پاش ہوجائے گا کیونکہ آج کل کے عاشق تو اولیاء اور تمام انبیاء کو عالم الغیب سمجھتے ہیں۔

اور اگر علم تھا کہ گلا نہیں کٹے گا بلکہ اوپر سے دنبہ آکر ذبح ہوگا تو اس صورت میں علم غیب کے مسئلہ پر تو اثر نہیں پڑا البتہ یہ عظیم الشان قربانی کا واقعہ مٹی میں مل گیا، اس لئے کہ اگر اس طرح کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان شرابی کبابی کو بھی پتہ چل جائے کہ نام بھی ہوجائے گا اور بیٹا بھی ذبح نہیں ہوگا اور مفت میں دنبہ بھی آجائے گا تو وہ بھی تیار ہوجائے گا، بلکہ ابراہیم علیہ السلام ایک بیٹا لے کر چلے ہم تمام بیٹوں کو لے کر چلیں گے۔

بہر حال اس صورت میں یہ واقعہ ایک فراڈ اور اللہ تعالیٰ اور خلیل اللہ کے درمیان ملی بھگت اور عوام کو دھوکہ دہی کی ایک صورت بن جائے گی جو حقیقت سے بہت دور ہے۔ حاصل یہ کہ چھری چلانے سے قبل علم تھا یا نہیں؟ جو صورت بھی متعین ہو اس پر جو اشکال ہے، اس کا جواب کوئی ہمت کر کے پیش فرمادیں۔

مسئلہ حاضر وناظر

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک چونکہ اللہ تعالیٰ علیٰ **کل شیٔ شھید** ہے اس لیے بے مثل طور پر اپنی شایانِ شان ہر جگہ موجود اور حاضر ہے۔

اور چونکہ **واللہ بصیر بما تعملون** ہے، اس لئے ہر چیز کے لئے ہر جگہ دیکھنے والا اور ناظر ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں، نہ مقرب رسول، نہ مقرب فرشتہ اور نہ بڑے سے بڑا ولی۔

یار لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر ناظر ماننا بے دینی ہے، ان کے نزدیک ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا کسی غیر اللہ کی صفت ہے۔

آپ ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا

بعض یار لوگ تو حضرت رسول اکرم ﷺ کو جسم عنصری کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتے ہیں۔
بعض کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی روحانیت ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔
نیز بعض کا قول یہ بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ خود بنفسِ نفیس تو روضۂ اقدس میں تشریف فرما ہیں البتہ وہیں سے ہر جگہ ہر چیز دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔
بہر حال سچ پوچھیے تو آج تک یہ لوگ اپنے مسلک کی تعیین میں ششدر اور حیران و پریشان ہیں۔
یاد رہے کہ باری تعالیٰ کی صفات کا وہی مفہوم اور معنی مراد لیا جائے گا جو اس کے لائق اور شایانِ شان ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو مخلوق پر قیاس کر کے کوئی مفہوم اور معنی متعین کرنا درست نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا، سننا، موجود اور حاضر و ناظر ہونا ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب اور لائق ہے، ہمیں ان صفات کی کیفیات کی تعیین کی ضرورت نہیں، جیسے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب **الرحمن علی العرش استویٰ** کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا **استواء ہ معقول و کیفیتہ مجھولۃ وسئو الک عن ھذا بدعۃ الخ** کہ استواء معقول ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس کے متعلق آپ کا سوال کرنا بدعت ہے، میں تجھے برا انسان سمجھتا ہوں۔
حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت کہ ہر جگہ موجود و حاضر اور ناظر ہونا معقول ہے البتہ اس کی کیفیت کس طرح ہے تو اس کے متعلق اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب اور لائق ہے، اس کیفیت سے یہ صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کے دلائل

دلیل نمبر ا : **وھو بکل شئً محیط** اور وہی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔
فائدہ : ہر چیز پر محیط ہونا اس ذات کے لئے زیبا ہے جو ہر آن ہر جا بے مثل طور پر موجود ہے، اسی کا علم اتم ہوگا اور اسکی کی شان ہی اکمل ہوگی اور ظاہر ہے کہ ہر جا حاضر و ناظر ہونے کے لئے محیط ہونا ضروری ہے، اور چونکہ محیط ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے پس صفت حاضر و ناظر

بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہوگی۔

دلیل نمبر۲ : أَلَم تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الأَرضِ مَا يَكُونُ مِن نَجوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُم وَلَا خَمسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُم وَلَا أَدنٰى مِن ذٰلِكَ وَلَا أَكثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُم أَينَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَومَ القِيٰمَةِ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيءٍ عَلِيمٌ .[المجادلة : ۷]

ترجمہ : کیا تو نہیں دیکھتا بلا شبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، نہیں ہوتے تین سرگوشیاں کرنے والے، مگر اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہیں سرگوشیاں کرتے پانچ مگر چھٹا ان کا اللہ ہوتا ہے اور نہیں ہوتے اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتے ہیں جہاں وہ ہوتے ہیں، اس کے بعد قیامت کے دن ان کو ان کے عملوں کی خبر دے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔

طرزِ استدلال: تین افراد سرگوشیاں کرنے والوں میں چوتھا اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا اور پانچ افراد میں چھٹا ربِّ قدوس کا ہونا نیز اسکی معیت لازمہ (ساتھ ہونا) اس کے حاضر ہونے پر اور قیامت کے دن مخلوق کے ہر عمل کی خبر دینا اس کے ناظر ہونے پر صراحۃً دال ہیں، فسبحٰن الله عمّا يشركون.

رسول اللہ ﷺ کے ہر جا حاضر ناظر نہ ہونے پر دلائل

دلائل سے قبل بطورِ تمہید یہ سمجھیں کہ آپ ﷺ کی زندگی کے تین دور ہیں۔

پہلا دور وہ ہے جبکہ ابھی تک آپ ﷺ کی روح جسمِ اقدس میں جلوہ گر نہیں ہوئی تھی۔

دوسرا دور وہ ہے جبکہ آنحضرت نے ظاہر ہو کر غیر آباد دنیا کو آباد کیا، اور آپ ﷺ نے اپنے وجود مسعود سے کائنات کو مستفیض فرمایا۔

تیسرا دور وہ ہے جبکہ آنحضرت ﷺ نے دنیا سے رخصت ہو کر عالمِ برزخ میں قدم رکھا۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ ان تینوں ادوار میں آپ ﷺ کی ذاتِ پاک ہر جگہ موجود اور حاضر و ناظر نہیں رہی۔

پہلا دور اور دلیل

ذٰلِكَ مِن أَنبَاءِ الغَيبِ نُوحِيهِ إِلَيكَ وَمَا كُنتَ لَدَيهِم إِذ أَجمَعُوا أَمرَهُم وَهُم

يَمكُرُونَ .[يوسف : ١٠٢]

ترجمہ: یہ غیب کی خبروں میں سے ہے اور آپ ﷺ ان کے پاس موجود نہ تھے، جبکہ وہ اپنی بات طے کر رہے تھے اور وہ اپنی تجویزیں کر رہے تھے (یعنی جس وقت یوسف علیہ السلام کے خلاف ان کے بھائی مشورہ کر رہے تھے تو آپ ﷺ اس وقت موجود نہیں تھے)

طرزِ استدلال : یوسف علیہ السلام کا واقعہ باقی انبیاء علیہ السلام کے واقعات سے قرآنِ پاک میں یکجا کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ایسے رنگ میں بیان کیا گیا ہے کہ سننے والا یہ کہہ سکتا تھا کہ شاید آپ ﷺ کی روح مبارک وہاں موجود ہوگی، پس اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خطاب فرما کر اس مسئلہ کو واضح فرما دیا کہ یہ غیب کی خبریں ہم نے آپ کو بذریعہ وحی بتلائی ہیں ورنہ آپ تو وہاں تھے ہی نہیں۔

دوسرے دور کی دلیل

دلیل نمبر ١ : سُبحٰنَ الَّذی أَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلًا مِنَ المَسجِدِ الحَرَامِ إِلَی المَسجِدِ الأَقصَی الَّذی بٰرَکنَا حَولَهُ لِنُرِیَهُ مِن آیَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِیعُ البَصِیرُ.[بنی اسرائیل : ١]

ترجمہ: شریکوں سے پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات، جس نے اپنے پیارے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، جس کے اردگرد ہم نے برکت نازل فرمائی ہے تاکہ ہم سرورِ کائنات ﷺ کو اپنے بعض دلائل قدرت دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات کا سننے والا اور ہر چیز دیکھنے والا ہے۔

طریقہ استدلال :اس آیت میں قدرے معراج کے واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے اور اس میں دو لفظ قابلِ غور ہیں (١) اَسرٰیٰ (٢) لِنُرِیَهٗ

سَیر کے لئے ضروری ہے کہ ایک مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان کی طرف منتقل ہو اور اراءۃ کے لئے ضروری ہے کہ ایسی چیز دکھائی جائے جو پہلے اسے نہ دیکھ چکے ہوں یا نہ دیکھ رہے ہوں۔

پس پروردگارِ عالم نے اَسرٰی کے لفظ سے سرورِ کائنات کے ہر جگہ حاضر ہونے کی نفی فرمائی اور لنریه سے ہر جا ناظر ہونے کی، اور اپنی ذات کے متعلق تصریح فرما دی کہ یہ شان اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ انه هو السميع البصير یعنی ہر ایک کی آواز و پکار سننا اور ہر چیز کو ہر وقت دیکھنا اللہ

تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔

دلیل نمبر ۲ : وعن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بقبر دفن ليلا فقال : متى دفن هذا قالوا : البارحة . قال : أفلا آذنتموني قالوا : دفناه في ظلمة الليل فكرهنا أن نوقظك فقام فصففنا خلفه فصلى عليه. متفق عليه. (مشكوة صـ ۱۴۵ ،ط:قديمي)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں تحقیق رسول اللہ ﷺ ایک ایسی قبر کے پاس سے گزرے جسے رات کو دفن کیا گیا،آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، یہ کب دفن کیا گیا ہے؟ (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) عرض کرنے لگے، گذشتہ رات دفن کیا گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے عرض کیا، ہم نے اسے اندھیری رات میں دفن کر دیا ہے ہم نے آپ ﷺ کا جگانا مناسب نہ سمجھا، پس آپ ﷺ کھڑے ہوئے ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف باندھی اور جنازہ ادا کیا۔

فائدہ : اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور روز روشن کی طرح واضح اور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ ہر مردہ کے پاس سوال و جواب کے وقت قبر میں بنفسِ نفیس خود تشریف نہیں لے جاتے (جیسے یار لوگوں کا عقیدہ ہے) ورنہ قبر پر گزرنے سے قبل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرماتے کہ رات میں فلاں قبر میں گیا تھا جس میں فلاں یا ایسا مردہ تھا جس کی نمازِ جنازہ میں نے نہیں پڑھائی، چلو ابھی چلتے ہیں اور نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ قبر پر گزرہوا تو نئی قبر دیکھ کر فرمایا یہ کون دفن ہوا ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں سوال و جواب کے وقت مردہ کو صرف آپ ﷺ کی صورت مثالیہ دکھا کر سوال ہوتا ہے یا **مَا هٰذا الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ** .مَاھٰذا سے حاضر فی الذھن کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ تمہارے ذہن میں جس کے رسول ہونے کی بات ہے یہ کون ہے؟ اور استحضار ذہنی کو کبھی کالمحسوس سمجھ کر ھٰذا سے اشارہ کیا جاتا ہے جیسے علم بلاغت کی کتابوں میں صراحۃً موجود ہے۔

(۲) دوسرا امر یہ واضح ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی آپ ﷺ سے متعلق ہر جگہ حاضر ناظر اور علم غیب کا عقیدہ نہیں تھا اس لیے کہ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر ان میں سے ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ ﷺ تو عالم الغیب اور ہر جگہ ہر وقت حاضر ناظر ہیں، ہماری اطلاع کی کیا ضرورت تھی، ہم نے

تو یہ سمجھا کہ علم تو ہے اگر مناسب سمجھیں تو خود تشریف لے آئیں گے اس طرح کی تقریر کسی صحابی نے نہیں کی بلکہ صاف حال بیان کیا کہ رات کا وقت تھا ہم نے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔

(۳) تیسرا امر یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو ایسے لوگوں سے محبت ہے جو آپ ﷺ کو حاضر ناظر اور عالم الغیب نہ مانتے ہوں، کیونکہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کرنے پر یہ کہا کہ ''رات کا وقت تھا ہم نے جگانا مناسب نہیں سمجھا''، جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی آپ ﷺ کو عالم الغیب اور ہر جا ہر وقت حاضر ناظر نہیں سمجھتے ہیں تو ان کے اس قول کے جواب میں آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم وہابی اور گستاخ رسول ہونے کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج ہوئے بلکہ کھڑے ہو کر سب نے مل کر نمازِ جنازہ ادا کی۔

اس سے واضح ہو گیا کہ گستاخ رسول وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کو کلی طور پر عالم الغیب اور ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر کہتے ہیں۔

عقل سلیم کی باتیں

درج ذیل سوالات پر ذرا ٹھنڈے دل سے سوچ کر عقل سلیم سے فیصلہ طلب فرمائیں۔

(۱) آپ ﷺ ہجرت سے قبل مکہ میں تھے یا مدینہ میں؟ کیا اللہ تعالیٰ کو بھی اسی طرح کسی خاص شہر کے ساتھ مختص کر سکتے ہیں کہ کراچی میں ہے لاہور میں نہیں؟

(۲) کیا ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرتا ہے؟ کبھی تم نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر مقام پر اپنی شان کے مطابق موجود ہے اس نے کراچی سے پشاور ہجرت کی؟

(۳) جب آپ ﷺ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرما رہے تھے تو ہجرت سے قبل مدینہ منورہ میں تھے یا نہیں؟ اگر نہ تھے حاضر ناظر کا مسئلہ ختم۔ اگر تھے تو ہجرت کا کیا مطلب؟

(۴) جب غزوہ مریسیع میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہوا تو آپ ﷺ کو نظر کیوں نہیں آیا؟

(۵) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی افواہ آپ ﷺ تک پہنچی اور بیعتِ رضوان وجود میں آئی، اس وقت آپ ﷺ مکہ معظّمہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر اور ان کو

دیکھتے تھے یا نہیں؟

(٦) جب آپ ﷺ عمرہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے اور حدیبیہ کے مقام پر مشرکین نے روکا، جس کی وجہ سے اس سال عمرہ نہ کرسکے، یہاں سوال یہ ہے کہ سفر عمرہ سے قبل آپ ﷺ مکہ معظّمہ میں تھے یا نہیں؟ اور ہر جگہ حاضر ناظر کو کس طرح روکا گیا؟

دورِ ثالث کی دلیل

فی الھندیة : رجل تزوج امرأة ولم یحضر الشھود وقال خدائے را ورسول راگواہ کردم اوقال خدائے را وفرشتگان راگواہ کردم کفر ولو قال فرشتۂ دست راست راگواہ کردم وفرشتۂ دست چپ راگواہ کردم لا یکفر.

(الفتاوی الھندیة ٢٦٦/٢،ط:رشیدیه)

ترجمہ : ایک جوان نے ایک عورت سے نکاح کیا لیکن گواہ حاضر نہیں ہوئے تو اس نے کہا کہ میں نے خدا اور رسول کو گواہ بنالیا ہے یا کہا کہ خدا اور فرشتوں کو گواہ کیا ہے تو کافر ہوجائے گا اور اگر کہے کہ دائیں بائیں طرف والے فرشتوں کو گواہ بنایا ہے تو کافر نہیں ہوگا۔

فائدہ : قارئین کرام! اگر اس عبارت اور ترجمہ کو توجہ سے پڑھیں تو اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ یہاں کفر کے فتوی کی وجہ یہ ہے کہ اس نے آپ ﷺ یا فرشتوں کو عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا اعتقاد رکھا ہے، ہاں اگر دائیں بائیں رہنے والے فرشتوں کو گواہ بنادے تو کافر نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ ہر وقت اس کے پاس رہتے ہیں۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر نہیں تو نماز میں آپ کو السلام علیک ایھا النبی سے خطاب کیوں کیا جاتا ہے؟ معلوم ہوا کہ آپ ہر نمازی کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور نمازی آپ ﷺ کو خطاب کرتا ہے۔

جوابات

جواب نمبر ١ : علماء نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اور وہاں اللہ

تعالیٰ کی حمد و ثناء کی کہ تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہیں (التحیات للہ و الصلوت الخ)تو اللہ تعالیٰ نے جناب رسول کریم ﷺ کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے ارشادفرمایا :السلام علیک ایھا النبی (سلامتی ہوتجھ پرائے نبی)اس لیے آپ ﷺ نے اپنی امت اورحضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوتعلیم دیتے وقت لفظ خطاب کو جس طرح کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے سناتھا، برقراررکھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: اگر گویند کہ خطاب حاضررابودوآنحضرت ﷺ دریں مقام نہ حاضراست پس توجیہ ایں خطاب چہ باشد جوابش آنست کہ چوں درود این کلمہ دراصل یعنی شب معراج بصیغۂ خطاب بود دیگرتغیرش ندادند و بر ہماں اصل گزاشتند (مکتوبات حضرت شیخ برحاشیہ اخبارالاخیارصفحہ۲۱۶ بحوالہ تبریدالنواظرصفحہ۱۶۲)

ترجمہ: اگرکہیں کہ خطاب تو حاضرکوہوتاہےاورآپ ﷺ اس مقام میں حاضرنہیں تواس خطاب کی توجیہ کیا ہوگی؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ کلمہ دراصل شب معراج میں بصیغۂ خطاب وارد ہوا ہے اوراس کواسی پر برقرار رکھا گیااوراس میں کوئی تغیرنہیں کا گیا۔

یہی بات متعدد کتابوں میں مذکور ہے،شب معراج میں یہ خطاب ہوا تھااوراس کو برقرار رکھا گیا،البتہ یہ خیال رہے کہ''السلام علیک ایھا النبی ''میں یہ حکایت محض حکایت نہیں بلکہ بطورِانشاءاوردعا ہے،چنانچہ درمختار۱/۴۷۶ پر ہے کہ:

ویقصد بالفاظ التشھد الانشاء کہ الفاظ تشہد سے مرادانشاءہونی چاہئے۔

تنبیہ : قرآن میں'' یا فرعون مثبورا'' وارد ہےاس میں یا فرعون کامعنی ہے اے فرعون! سب لوگ حروف ندا جو حاضر کے لیے ہے، کے ساتھ پڑھتے ہیں کیا اس سے فرعون کا حاضرناظرہونا ثابت ہوجائے گا؟

جواب: اگرمقصودصرف انشاءہوتو پھراس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا یہ سلام آپ ﷺ تک فرشتے پہنچاتے ہیں اس لئے کلمات خطاب اور ندا سے پڑھا جاتا ہے جیسے ہم اپنے خطوط میں اپنے دوستوں بھائیوں اوررشتہ داروں کوالسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کلمات خطاب کے ساتھ لکھتے ہیں کہ جب ہماراخط پہنچ جائے گاتو اس وقت ان سے خطاب ہوجائے گا،خط لکھتے وقت

کوئی انہیں حاضر ناظر نہیں سمجھتا، اسی طرح حال سلام اور صلاۃ کا ہے۔

مسئلہ استعانت وپکار

یونس علیہ السلام نے بھی مچھلی کے پیٹ میں مختارِ کائنات کو پکارا تھا:

فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ أَن لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبحٰنَکَ إِنِّي کُنتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ فَاستَجَبنَا لَهُ وَنَجَّينٰهُ مِنَ الغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنجِي المُؤمِنِينَ[الانبیاء: ۸۷]

ترجمہ: پس پکارا حضرت یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں یہ کہ تیرے بغیر کوئی بچانے والا نہیں، تیری ذات پاک ہے، بلا شبہہ میں تھا اپنے خیال میں زیادتی کرنے والوں سے، پس ہم نے دعا قبول کی، اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کا اپنا عمل

عن ابی طلحة رضی الله تعالیٰ عنه قال کنا مع رسول الله ﷺ فی غزو فلقی العدوّ فسمعته یقول یا مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین،قال فلقد رأیت الرجال تصرع تضربها الملائکة من بین یدیها ومن خلفها.

(تفسیر در منثور ۱/۳۴،ط:دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں تھے، آپ ﷺ کے سامنے دشمن آ گیا، پس میں نے آپ ﷺ سے سنا، فرما رہے تھے: اے مالک یوم الدین ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ پس میں نے لوگوں کو دیکھا کہ بھاگ رہے تھے اور فرشتے ان کو آگے پیچھے سے مار رہے تھے۔

فائدہ: دشمن کے مقابلہ میں آپ ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارا، مگر آج کل کے رسمی، اوروں کو پکارنے پر زور دے رہے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب وعقیدہ

کتاب الغرائب فی تحقیق المذاهب میں لکھا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک انسان کو دیکھا کہ وہ بزرگوں کی قبروں پر جا کر ان سے کلام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تم کو علم ہے

کہ میں تمہارے پاس کئی ماہ سے آ رہا ہوں، تم میرے لئے دعا کرو۔

حضرت امام صاحب نے فرمایا: **ھل اجابوالک؟ قال لا، فقال سحقالک وتربت یداک کیف تکلم اجسادا لا یستطیعون جواباً ولا یملکون شیئا.**

(بحوالہ صیانۃ الانسان، بحوالہ براھین ۱/۲۲۳)

ترجمہ: کیا انھوں نے تجھے جواب دیا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں، پس حضرت امام صاحب نے فرمایا، تیرے لئے تباہی ہے اور تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں کس طرح تو بات کر رہا ہے ایسے اجسام کے ساتھ جو جواب کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ کسی چیز کے مالک ہیں۔

فائدہ : حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ فتویٰ ہر مدعی حنفیت کے لئے ایک مشعل راہ ہے، حنفی اہل سنت کہلا کر مسئلہ توحید میں امام صاحب کو چھوڑ جانے والا یقیناً.................. ہے۔

ہر مسلمان نماز کی ہر رکعت میں یہ اقرار کرتا ہے کہ **ایاک نعبد وایاک نستعین**، خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور یہی تعلیم تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے ملتی ہے کہ پکارنے کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، ہر مشکل میں اسے ہی پکارا جائے، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو مافوق الاسباب مدد کے لئے پکارنا شرک اور بڑی گمراہی ہے۔

باری حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَالَّذِينَ يَدعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ لَا يَخلُقُونَ شَيئًا وَهُم يُخلَقُونَ أَموَاتٌ غَيرُ أَحيَآءٍ وَمَا يَشعُرُونَ أَيَّانَ يُبعَثُونَ. [النمل: ۲۱]

ترجمہ: اور جن کو وہ خدا کے بغیر پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے وہ خود مخلوق ہیں، مردے (اور فانی) ہیں زندہ جاوید نہیں، اور انکو پتہ نہیں کہ کب انکو (قیامت میں) اٹھایا جائے گا۔

فائدہ : اس آیت سے پتہ چلا کہ مافوق الاسباب اسے پکارنا چاہیے جو نہ مخلوق ہو اور نہ ہی اس پر موت طاری ہو سکے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کو پکارا

جب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے شجر ممنوع کا پھل کھایا تو آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دربار میں التجاء کی۔ کہنے لگے: **رَبَّنَا ظَلَمنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَم تَغفِر لَنَا وَتَرحَمنَا**

لَنَكُونَنَّ مِنَ الخَاسِرِينَ .[الاعراف : ۲۳]

ترجمہ: اے ہمارے پالنے والے ہم نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی، اگر آپ نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور ہمیں نظر عطوفت سے نہ دیکھا تو یقیناً ہم خسارے میں جا پڑیں گے۔

فائدہ : جب آدم علیہ السلام نے بوقت غم رب کو پکارا تو اولاد کو بھی چاہیے کہ وہ بوقت مصیبت اپنے باپ کی طرح صرف اور صرف اپنے رب کو پکارے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَب لِي مِن لَدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً [آل عمران : ۳۸]

ترجمہ: اس وقت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا، عرض کیا اے میرے رب مجھے عطا کر اپنی طرف سے پاک اولاد۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی مصیبت میں رب العلمین کو پکارا تھا

وَأَيُّوبَ إِذ نَادٰى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرحَمُ الرَّاحِمِينَ فَاستَجَبنَا لَهُ فَكَشَفنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ [الانبیاء : ۸۳]

ترجمہ : اور حضرت ایوب علیہ السلام نے جب اپنے مالک کو پکارا اور کہا کہ مجھے تکلیف پہنچ چکی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے، پس ہم نے انکی پکار اور دعا کو قبول کیا، پس ہم نے ان کی تکلیف رفع کر دی۔

مسئلہ مختارِ کُل

اہل سنت والجماعۃ مختار کل قادر مطلق اور چیزوں کو حلال کرنے والا اور حرام کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔

یار لوگ تحلیل وتحریم انبیاء کرام اور ائمہ اور گدی نشینوں کے سپرد کرتے ہیں۔اہل بدعت کہتے ہیں کہ دنیا وآخرت کی سب مرادیں حضور اکرم ﷺ کے اختیار میں ہیں۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے　　　　اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے

بلکہ اس سے بڑھ کر اولیاء کرام کو مختار کل سمجھ کر ان کے لیے ”کن فیکون“ کے اختیارات ثابت کرتے ہیں۔ ہم اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ دلائل ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ آسمان وزمین اور تمام اشیاء کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہی جس طرح چاہیں گے ان میں تصرف کے مختار ہیں اور اپنے تصرف اور افعال میں کسی کے محتاج نہیں۔

تمام خزانوں کا مالک ومتصرف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے

أَلَم تَعلَم أَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلكُ السَّمٰوٰتِ وَالأَرضِ وَمَا لَكُم مِن دُونِ اللّٰهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ.[البقرة : ۱۰۷]

ترجمہ: کیا تو نہیں جانتا بلاشبہ خدا تعالیٰ کے لئے ہے ملک واختیار آسمانوں اور زمینوں کا اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز اور مددگار نہیں۔

تصرفات کے اختیار میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ المُلكِ تُؤتِي المُلكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ المُلكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الخَيرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ قَدِيرٌ.[آل عمران : ۲۶]

ترجمہ: کہہ دیجیے (اے حبیب ﷺ) اے اللہ تو مالک الملک ہے، قادر مختار ہے، جسے چاہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہے ملک چھین لیتا ہے، جسے چاہے عزت عطا کرتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے، تیرے ہاتھ میں خیر ہے بلاشبہہ تو ہر چیز پر قادر ومختار ہے۔

رسولِ مقبول ﷺ کا اعلان کہ میں نفع نقصان کا مالک نہیں

قُل إِنَّمَا أَدعُو رَبِّي وَلَا أُشرِكُ بِهٖ أَحَدًا قُل إِنِّي لَا أَملِكُ لَكُم ضَرًّا وَلَا رَشَدًا.[الجن : ۲۰، ۲۱]

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ میں تو صرف اپنے پالنے والے کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا (اور یہ بھی) کہہ دیجیے کہ میں تمہارے نفع نقصان کا مالک ومختار نہیں ہوں۔

فائدہ : جب سرورِ کائنات ﷺ کو کسی کے نفع نقصان کا اختیار نہیں تو پیران پیر صاحب اور

دوسرے بزرگوں کو کیونکر ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطاء فرمائے۔

بیٹا بیٹی دینے والا کون ہے؟

لِلّٰهِ مُلکُ السَّمٰوٰتِ وَالأَرضِ یَخلُقُ مَا یَشَاءُ یَهَبُ لِمَن یَشَاءُ إِنَاثًا وَیَهَبُ لِمَن یَشَاءُ الذُّکُورَ أَو یُزَوِّجُهُم ذُکرَانًا وَإِنَاثًا وَیَجعَلُ مَن یَشَاءُ عَقِیمًا إِنَّهُ عَلِیمٌ قَدِیرٌ .

[الشوری:۴۹]

ترجمہ: اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمان وزمین کی، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے، بے شک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔

فائدہ : اس آیت میں ناظرین کرام کے لئے انتہائی عبرت کا سامان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی فیصلہ فرمادیا کہ بیٹا بیٹی دینا اللہ کا کام ہے اس کا اختیار اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو نہیں دیا جس عورت کو اللہ تعالیٰ نرینہ اولاد دینا چاہیں کسی کی طاقت اور قدرت نہیں کہ اس سلسلہ کو بند کر دے یا تبدیل کر دے اور جس کو اللہ تعالیٰ لڑکیاں دینا چاہیں کسی کی قدرت نہیں کہ وہ اس کو بند کر کے لڑکے دینا شروع کر دے اور جس پر دونوں قسم کی اولاد اللہ تعالیٰ بند کر کے عقیم اور بانجھ بنا دے، دنیا کی کوئی طاقت اس کو صاحب اولاد نہیں بنا سکتی ہے خدارا اب تو درگاہوں پر جانا چھوڑ کر ایک مختار کل سے اولاد کی نعمت طلب کرو۔

مخلوق بے بس ہے

یَا أَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاستَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِینَ تَدعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ لَن یَخلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجتَمَعُوا لَهُ وَإِن یَسلُبهُمُ الذُّبَابُ شَیئاً لَا یَستَنقِذُوهُ مِنهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالمَطلُوبُ .[الحج : ۷۳]

ترجمہ: اے لوگو! ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے گو سب کے سب بھی (کیوں نہ) جمع ہو جائیں اور (پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ ایسے عاجز ہیں کہ) اگر ان سے مکھی کچھ چھین کر لے جائے تو اس کو (تو) اس سے چھڑا (ہی) نہیں سکتے، ایسا عابد بھی لچر ایسا معبود بھی لچر۔

فائدہ : اس آیت نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ اختیارات سب کے سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، دوسروں کو تو اتنا اختیار بھی نہیں کہ مکھی جیسی ناقص مخلوق کو پیدا کر دیں، اور پیدا کرنا تو در کنار مکھی کی چھینی ہوئی چیز بھی اس سے واپس نہیں کرا سکتے، جو اتنے معمولی کام کی قدرت نہیں رکھتے وہ مختار کل کیسے بن سکتے ہیں اور ہمارے بڑے بڑے کام کیسے کر سکیں گے؟ فوا اسفا

ارشاداتِ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب

بشریتِ رسول ﷺ

اعلیٰ حضرت سب انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو جنس بشر ہی میں سے سمجھتے تھے، آپ لکھتے ہیں :

"اجماع اہل السنۃ ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں جو دوسرے کو معصوم جانے اہل سنت سے خارج ہے" (دوام العیش ۲۷، مطبوعہ بریلی شریف)

فائدہ : کیا اس میں تصریح نہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام بشر ہیں اور ایسے بشر ہیں کہ گناہ ان سے صادر نہیں ہوتا۔

علم غیب

اعلیٰ حضرت رسول اکرم ﷺ کے لئے علم محیط اور علم غیب عطائی کلی کے قائل نہ تھے، آپ رقمطراز ہیں : "ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطاء الٰہی سے بھی بعض علم ہی مانتے ہیں نہ کہ جمیع، اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی منسوب کرے مفتری کذاب اور اللہ کے ہاں اس کا حساب" (خالص الاعتقاد ۲۳ مطبوعہ بریلی شریف)

فائدہ: اس میں آپ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب برحق ﷺ میں علم کی برابری کا صاف انکار کیا ہے، اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ذاتی طور پر غیب جاننے والا نہیں بنایا تھا بلکہ جب ضرورت ہوتی اللہ تعالیٰ آپ کو غیب پر مطلع فرما دیتے، خود غیب جان لینے کی صفت آپ کو نہ دی گئی تھی کہ جب چاہیں جسے چاہیں اس صفت سے جان لیں بخلاف دیکھنے اور سننے کی صفت کہ یہ ہر انسان کو دی گئی ہے کہ جب چاہیں جسے چاہیں دیکھ سُن سکتے ہیں۔

اس میں اس کی بھی تصریح ہے کہ عطاء الٰہی سے بھی بعض کے قائل ہیں، کلی علم غیب کے قائل نہیں۔

نیز ملفوظات اعلیٰ حضرت کے ایک عرض وارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علم غیب کو صفت کمال ہی نہیں سمجھتے ،ہم قارئین کی خدمت میں عرض وارشاد دونوں نقل کرتے ہیں۔

عرض : حضور ایک صاحب پہلے محدث صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مدرسہ میں پڑھتے تھے اب انکی حالت یہ ہے کہ اکثر مخفی باتیں بتاتے ہیں لوگوں کا ہجوم زیادہ ہے اور نماز وغیرہ کی پابندی نہیں ہے۔

ارشاد : (اعلیٰ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا) ایک صاحب اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے تھے آپ کی خدمت میں بادشاہِ وقت قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا،حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے،حضور نے ایک سیب دیا اور کہا: کھاؤ،عرض کیا،حضور بھی نوش فرمائیں آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی،اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا،اچھا، خوش رنگ سیب ہے،اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دے دیں گے تو جان لوں گا کہ یہ ولی ہے،آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم مصر گئے تھے،وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا،دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے،گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے یہ حکایت ہم نے اس لئے بیان کی کہ اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو ولی ہی نہیں اور اگر دے دیں تو گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا،یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا۔

(اعلیٰ حضرت یہ حکایت نقل کر کے فرماتے ہیں) بس یہ سمجھ لیجئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہوسکتی ہے انسان کے لئے کمال نہیں،اور وہ جو غیر مسلم کے لئے ہوسکتی ہے مسلم کے لئے کمال نہیں۔(ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۱۰،۱۱)

فائدہ : قارئین کرام !اعلیٰ حضرت نے کس وضاحت سے ارشاد فرمایا کہ جو صفت (مثل غیبی اور پوشیدہ باتیں بتانا اور جان لینا) غیر انسان (یعنی گدھے) کے لئے ہوسکتی ہے،انسان کے لئے کمال نہیں۔علم غیب کلی کی نفی کرنے والوں کو گستاخِ رسول کہہ کر مرتد اور بے ایمان کہنے والو! اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد کو غور سے پڑھیے،کیا اعلیٰ حضرت بھی گستاخ رسول تھے؟ انہوں

بباِ نگ دُہل فرما دیا کہ مخفی باتوں کا جان لینا غیر انسان اور گدھوں کی صفت ہوسکتی ہے لہٰذا انسان کے لئے یہ کوئی کمال نہیں۔

حضرت مولانا دیدار علی شاہ بریلوی کا ارشاد حاضر وناظر کے بارے میں

آپ لکھتے ہیں : ''لفظ حاضر وناظر سے اگر حضور ونظور بالذات مثل حضور ونظور باری تعالیٰ ہر وقت ولحظہ مراد ہے تو یہ عقیدہ محض غلط ومفضی الی الشرک ہے۔ اَلا ! اہل اسلام میں یہ عقیدہ کسی جاہل اجہل کا بھی نہ ہوگا'' (رسول الکلام فی بیان المولود والقیام صفحہ ۱۰۵)

فائدہ : مولانا ابوالبرکات ناظم اعلیٰ حزب الاحناف لاہور کے والد گرامی نے پوری وضاحت کردی کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی ہر وقت ہر لحظہ حاضر وناظر سمجھنا شرکیہ عقیدہ ہے، یہ کسی جاہل اجڈ کا ہی ہوسکتا ہے، پڑھے لکھے سمجھدار مسلمان سے اس قسم کی خرافات پر ایمان لانے کی کبھی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔

ارشاد پیر مہر علی شاہ صاحب کہ متصرف اور مدبّر صرف اللہ تعالیٰ ہے

آپ ارشاد فرماتے ہیں :''اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف دل سے متوجہ ہوجائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کردیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہوجائے کیونکہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام اپنے چچا ابو طالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لاویں اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کل اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو، یہ تب ہو کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے کر آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ بالکل برخلاف عقیدۂ اسلام ہے'' (مکتوبات طیبات ۱۲۷)

فائدہ : اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اتنی عزت دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں قسم کھا لیں کہ وہ ایسا کردے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم کی لاج رکھتا ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ اس کام کے لئے خود تصرف کرتے ہیں، وہ کام ان کی دعاء اور اللہ تعالیٰ کے تصرف سے وجود میں آتا ہے، پوری کائنات میں تصرف صرف اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے وہی مدبّرِ کائنات ہے۔ نبیوں اور ولیوں کو متصرف اور مختار کل سمجھنے کا عقیدہ اسلام کے خلاف ہے اور الزام تعطل کی وجہ سے باری تعالیٰ کی توہین کو مستلزم ہے، شاہ صاحب کی تحریر سے یہ گزارشات روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

حضرة مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم کی چند کتابیں

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی
موبائل: 0333-2226051